ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رمضان المبارک : سنہ ۱۴۱۳ھ
مارچ : سنہ ۱۹۹۳ء

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر۔

کُل من علیہا فان

انسان فانی ہے موت اٹل ہے، زندگی کو دوام نہیں۔ جو پیدا ہوا ہے موت کا مسافر ہے۔ یہ اونچے اونچے محل، یہ دولت کے انبار، یہ جاہ و جلال، یہ شوکت و صولت، یہ دولت و طاقت، یہ شکوہ و دبدبہ، یہ ہمہمہ و طنطنہ، یہ معرکے اور تسخیریں، یہ اپنی خدائی منوانے کی دُھن، یہ نخوت و غرور، یہ کبر و توانائی، یہ جاہ و منصب، یہ رعونت و خشونت، یہ کجکلاہی، یہ تختِ شاہی، یہ تاجِ خسروی غرض انسان کا سارا گھمنڈ اس کے مظاہر و آثار تکر تکر دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ موت آواز دیتی ہے تو انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ کسی کو اس سے مُفر نہیں۔ افسوس کہ سامانِ عبرت بہت ہے اور عبرت پذیری بہت کم۔

قبرستانوں میں چلے جائیں۔ کیسے کیسے لوگ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ان کی پختہ قبریں کام آتی ہیں نہ قد آور کتبے، نہ سنگِ مرمر کے چبوترے، نہ سنگی چھتریاں، نہ پھول، نہ سبزہ، نہ کلیاں، نہ اعزہ و اقرباء کا شیون، نہ خطاب نہ القاب، نہ وہ ساز و سامان جو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ کیا کام آتا ہے بظاہر وہ نیکیاں، وہ کارنامے جو عوام کے دلوں پر نقش ہو گئے ہیں۔ بباطن اپنے خالق سے لگائی ہوئی لَو۔

انسان تاریخ سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ موت سے سبق نہیں لیتا۔ بلکہ ان کی کھلی نشانیوں کے باوجود اس کے اندر سرکشی نسلاً بعد نسلٍ چلی آ رہی ہے۔ تاریخ کا قافلہ اسی طرح چل رہا ہے۔ نہ ظالموں میں کمی واقع ہوئی ہے نہ مظلوموں کا نالۂ شب تاب رُکتا ہے۔ قدرت کا احتساب جاری ہے۔ وہ عجلت میں طیش یا میں آ کر سزا نہیں دیتی بلکہ اس انداز میں سزا دیتی ہے جیسے یہ بھی سورج کے غروب و طلوع ہونے کا ایک سلسلہ ہے۔۔۔۔۔

لیکن دلوں پر جب تالے لگ جاتے ہیں تو پھر جن کے ہاتھ میں عصاء ہوتا ہے اور جیب میں سونا وہ قبر کی شب ہائے دراز کو اپنی احمقانہ غفلت کے حوالے کر دیتے ہیں۔

ہفت روزہ "چٹان لاہور" ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء

بحوالہ شورشِ کاشمیری۔ جلد دوم۔ ابوالکلام خواجہ

ص ۱۸۴، ۱۸۵

ماھنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت مُلتان

Regd No. L - 8755

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مارچ ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۳ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بُخاری

مُدیر مسئول:
سید محمد کفیل بُخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین
خادم حسین ● ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد
سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ مُلک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ مُلک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ دار بنی ھاشم — مہربان کالونی — مُلتان — فون ۷۲۸۱۳

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	مدیر	۳
بزرگوں نے فرمایا	علامہ شبلی نعمانی رح	۵
قرآن کریم اور اطاعتِ رسول	مولانا محمد حنیف ندوی رح	۶
ابدی سچ کا نزول (نعت)	پروفیسر تاثیر وجدان	۱۴
روزہ، حکمتیں، آداب، فضائل	مولانا محمد اسحٰق صدیقی	۱۶
مادرِ مومناں صد ہزاراں سلام	ماخوذ	۲۰
تراشے (ترقی پسند خواتین توجہ فرمائیں)	دیدہ ور	۲۱
سکینہ یا سُکینہ	پروفیسر شبیر احمد طاہر	۲۲
بلا تبصرہ	خورد بین	۲۳
جب اس نے اپنی بہن کو سینما سکرین پر ناچتے دیکھا	محمد الیاس	۲۴
مرزائیت ایک تخریب کار تحریک	پروفیسر محمود غازی	۲۶
ایسا بھی ہوتا ہے (نظم)	پروفیسر محمد اکرام تائب	۳۶
میرا محبوب ساتھی	مولانا مظہر علی اظہر رح	۳۷
گل شیر شہید کی یاد میں	عتیق الرضا پسروری	۴۳
جمہوریت یا اسلام؟ (نظم)	کمال سالار پوری	۴۴
آنکھیں میری باقی ان کا؟	حُر آغائی	۴۵
شہادت کا جذبہ شہید ہو کر بھی زندہ رہا	عبدالرحیم ثاقب	۴۶
سانحہ مسجد بابری (نظم)	پروفیسر محمد اکرام تائب	۴۸
چمن چمن اُجالا	شہر شہر سے ڈائریاں	۴۹
حُسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۵۸
زبانِ خلق	قارئین نقیب کے خطوط	۵۹

دِل کی بات

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو، ایک ہو جاؤ

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے اُمت مُسلمہ کے متفقہ عقیدہ کو آئین کا حصہ بنایا اور مرزائیوں کے لاہوری و قادیانی دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس فیصلہ کے پس منظر میں مجلس احرار اسلام کی برپا کردہ تحریک مقدس تحفظِ ختم نبوت کا اہم کردار تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی قیادت میں اس تحریک کا آغاز ۱۹۳۴ء میں قادیان سے ہوا۔ یہ قافلہ ایثار و وفا ۱۹۵۳ء کے خون آشام مرحلہ سے گزرتا ہوا، ڈائر ثانی جنرل اعظم خان ملعون کے ظلم و ستم کو سہتے ہوئے دس ہزار مسلمانوں کے خون کا نذرانہ پیش کر کے ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہوا تھا۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اپنے شخصی اور گروہی مفادات کے تحت اس تاثر کو عام کیا کہ یہ مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ اور اب اس موضوع پر گفتگو تضیع اوقات ہے۔ دینی حلقوں نے تب بھی اس بات کو غلط قرار دیا۔ اور اس محاذ پر جدوجہد جاری رکھی۔ بالاخر مرزائیوں نے حکومتی خاموشی سے بھرپور فائدہ اٹھا کر پر پُرزے نکالنے شروع کر دئیے۔ علماء نے پھر کروٹ لی اور حکومت کو اس گروہ کی خطرناکیوں اور سازشوں سے باخبر کیا۔ مرزائیوں کی سرگرمیاں اتنی بڑھ چکی تھیں کہ انہوں نے ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کا کھلم کھلا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ تا آنکہ ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس نافذ ہوا۔

اس کے نتیجہ میں مرزا طاہر پاکستان سے فرار ہوا اور اپنے موروثی مُربی برطانیہ کی آغوش میں پناہ گیر ہوا۔ اس عرصہ میں مرزائیوں نے بیرون ملک انہی لابیوں کو متحرک کیا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ کے مُشرک، عیسائی اور یہودی حکمران نہ صرف اُن کی سرپرستی کر رہے ہیں بلکہ ان کے حق میں مسلم ممالک پر دباؤ بھی ڈال رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ان غیر مسلم ممالک اور مرزائیوں کی قدرِ مشترک "اسلام دشمنی ہے" لہٰذا عیسائی اور یہودی لابیوں کے ایجنٹ پاکستان میں آئین کی آٹھویں ترمیم کے مکمل خاتمے کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور ان کی دیکھا دیکھی بغیر سوچے سمجھے بعض ناقابل ذکر دینی حلقے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ جبکہ اس ترمیم کے مکمل خاتمہ سے ہونے والے نقصانات سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ شریعت کورٹس، امتناع قادیانیت آرڈیننس اور اس قسم کے بے شمار وہ اقدامات جو پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کا حصہ ہیں اور ان کا تعلق شعائرِ اسلام سے ہے سب ختم ہو جائیں گے۔ حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان کے قابل ذکر اور مؤثر دینی حلقے آٹھویں ترمیم کے مکمل خاتمے کے خلاف ہیں۔ اس ترمیم کے خاتمے کی آڑ میں اسلامی اقدامات کے خاتمے کی سازش کو ناکام کرنا ہر پاکستانی مسلمان کا فرض ہے۔

حکومت کے موجودہ رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزائیوں پر گرفت ڈھیلی کرنا چاہتی ہے۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کے مسئلہ پر حکومت نے جس دھوکہ دہی کا مظاہرہ کیا ہے وہ نہایت شرمناک ہے۔ پہلے

راج کا فیصلہ کیا پھر مرزائیوں اور عیسائیوں کے ملکی و غیر ملکی دباؤ میں آ کر فیصلے سے انحراف کر لیا۔ آئینی پابندی کے باوجود مرزائی کفر و ارتداد پر مبنی لٹریچر پھیلا رہے ہیں مگر حکومت کوئی گرفت نہیں کر رہی۔

ان حالات کی روشنی میں مرزائیت کے محاسبہ و تعاقب کی جدوجہد کو انتہائی تیز کرنا مسلمانوں کی دینی غیرت و حمیت کا تقاضا ہے۔ علماء سے گزارش ہے کہ اپنے خطبۂ جمعہ اور دیگر تمام تبلیغی اجتماعات میں مرزائیوں کی ملک و ملت کے خلاف بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور اسلام کے خلاف ناپاک منصوبوں سے مسلسل مسلمانوں کو آگاہ کریں۔

یہ کام آپ کا دینی فریضہ ہے۔ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور حالات و واقعات کا بغور جائزہ لیں۔ اس وقت دینی قوتوں اور علماء کی خاموشی کسی بڑے طوفان کا سبب بن سکتی ہے۔ دینی کارکن، مرزائیت کے خلاف ایک بھرپور اور زوردار تحریک چلانے کیلئے تیار ہو جائیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

امتناع قادیانیت آرڈی نینس (۲۹۸/C) کے تحت مرزائیوں کو تمام شعائر اسلامی اختیار کرنے اور کھلے عام یا خفیہ، مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی ممانعت ہے۔ لیکن مرزائی آئین کی اس دفعہ کی مسلسل خلاف ورزیاں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آئین کی اس دفعہ کے ماتحت اپنے اوپر عائد پابندیوں کے خلاف سپریم کورٹ میں مختلف اپیلیں دائر کیں جن کی سماعت گزشتہ دنوں ہوتی رہی۔ مسلمانوں کی طرف سے جواباً مکمل دلائل و شواہد پیش کر دیئے گئے ہیں۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے جانبین کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔ علماء کرام اور آئمہ مساجد نمازوں کے بعد اور دیگر اجتماعات میں مسلمانوں سے اپیل کریں کہ وہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کریں کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

فرمانِ رسول علیہ السلام

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں سیدنا ابیّ ابن کعبؓ نے عرض کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لے کر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں! ابیّ ابن کعبؓ نے عرض کیا، کیا مجھے ربّ العٰلمین کی محفل میں یاد کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں!

یہ سن کر سیدنا اُبیّ ابن کعبؓ پر گریہ طاری ہو گیا اور آنسو بہ نکلے۔ (صحیح بخاری)

"بزرگوں نے فرمایا"

علامہ شبلی نعمانیؒ

شہر بانو سیدنا حسینؓ کی اہلیہ نہیں تھیں

شہر بانو کا قصہ جو غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے۔ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدگرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں۔ حضرت عمرؓ نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں ان کے بیچنے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے منع کیا کہ خاندانِ شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں۔ ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے۔ پھر یہ لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اس سے ان کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لی جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا۔ اور ایک امام حسینؓ کو ایک محمد بن ابی بکرؓ کو ایک عبداللہ کو عنایت کی۔

اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں، "ربیع الابرار" میں اس کو لکھا اور ابنِ خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اس کے حوالہ سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے۔ اولاً تو زمخشری کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی، بلاذری، ابنِ قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے۔

اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یزدگرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا۔ مداین کے معرکے میں یزدگرد مع تمام اہل و عیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا۔ مرو میں پہنچ کر ۳۰ھ میں جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کی آل اولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو شبہہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں واقع ہوا۔

اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر ۱۲ برس کی تھی۔ کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے اور فارس ۱۷ھ میں فتح ہوا۔ اس لیے یہ امر بھی کس قدر مستبعد ہے کہ حضرت علی نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہو گی۔ اس کے علاوہ ایک شہنشاہ کی اولاد کی قیمت نہایت گراں قرار پائی ہو گی۔ اور حضرت علیؓ نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

غرض کسی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت پر گمان نہیں ہو سکتا۔

"الفاروق" حصہ دوم ص۔ ۱۷۲، ۱۷۳

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ

قرآنِ حکیم اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع و قانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔ (النحل:۸۹)

ترجمہ:۔ حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔ (الانعام ۱۱۵)

ترجمہ:۔ الرا۔ یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔ (ہود:۱)

آیئے! ان آیات کی رُو سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے۔ قرآن حکیم کے مطالب و معانی سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے قرآنِ حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کئے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے۔ کہیں صرف رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت و پیروی کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطۂ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلام اور فقہ و تقنین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں سُنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

ترجمہ:۔ کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (آل عمران:۳۲)

ترجمہ:۔ اور خُدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ:۔ مومنو! خدا اور اُس کی فرماں برداری کرو اور اگر کسی بات میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خُدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور سول اور اپنے اولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مال بھی اچھا ہے۔ (النساء:۵۹)

ترجمہ:۔ اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اسکے رسول کے حکم پر چلو۔ (الانفال:۱)

ترجمہ:۔ ایمان دارو: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی نہ کرو اور تم سُن رہے ہو۔ (الانفال:۲۰)

ترجمہ:۔ اور خُدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ایسا کرو گے تو بُزدل ہو جاؤ گے۔ (انفال:۴۶)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ خُدا کی فرمانبرداری کرو اور رسولِ خُدا کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول ﷺ پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول ﷺ کے ذمے تو صاف صاف احکامِ خُدا کو پہنچا دینا ہے۔ (النور:۵۴)

ترجمہ:۔ مومنو! خُدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔ (محمد:۳۳)

ترجمہ:۔ اور خُدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خُدا اس سے باخبر ہے۔ (مجادلہ:۱۳)

ترجمہ:۔ اور خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔ (التغابن:۱۲)

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت اور پیروی کو یکساں طور پر ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایہ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اختیار کیا گیا ہے بعینہ وہی نہج اور طریق اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیئے ان میں اطاعتِ رسول ﷺ کو مستقل بالذات اور منفرد دین اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

جب شخص رسول ﷺ کی پیروی کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی پیروی کی۔ (النساء:۸۰)

ترجمہ:۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ (النساء:۶۴)

ترجمہ:۔ لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تمہی دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ:۔ تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔ (النور:۶۳)

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کردیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

یہ آیات اپنے مفہوم اور معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیئے۔

۱۔ اطاعت رسول ﷺ دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

۲۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت رحمت الہیٰ کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

۳۔ کسی بھی فقہی اور دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں جب کہ حضور ﷺ کی

اطاعت و فرمانبرداری کو حرز جان بنایا جائے۔
۵- اطاعتِ رسول کی رُوگردانی سے خبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔
۶- رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔
۷- ہر پیغمبر اسی لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔
۸- محبت الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔
۹- جو لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔
۱۰- ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن نے آنحضرت ﷺ کے منصب اور فرائضِ کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے تصورِ نبوت سے متعلق ان خیالات و افکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو لمحدانہ اور غلط ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کے لئے عقل و خرد کی ولماندگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت و حقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیاء کی تعلیمات میں جو ایک طرح کا توافق و ارتقاء و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جا سکتا ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے ان کو غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر حل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرار نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا حالانکہ نبوت و کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں سے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشادات انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضوفگن ہیں گہرائی اور عمق ہے وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے بے معنی اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیاء و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرہ کو آفتاب سے۔ ان کے اقوام میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے۔ نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتۂ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریقہ مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبوت اس شدید احساس و تاثر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرہ میں مروجہ برائیوں کے خلاف اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن ان کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصور کرنے لگیں

اور اپنے خیالات و افکار کو وحی و تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی توجیہہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی اور فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے۔ متوازن و معقول اور قابلِ عمل نظامِ حیات پیش کر سکے۔ اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو پیش کر سکے۔ تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے۔ اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے جن سے معاشرہ دوچار ہے۔یہی نہیں خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے جو دوسروں کے لئے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بناء پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ذہن رکھتے ہیں لیکن اس کے باوصف انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور اس مسئلے کی تہہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام کی ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی و تنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآنِ کریم سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے دائر ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک و معرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں جن کی صوفیہ نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدہ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسبی ہے وہبی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی کرے جس کو معرفت سلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاتا ہے تو وہ نبوت و رسالت کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔

نبوت و ولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی و تنزیل کے ذریعہ جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں۔ اور ولی کے قلب و ذہن پر جو نقوش رقم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں۔ اور ان کا تانا بانا معاشرے کے حالات اقدار و تعلیم و تربیت کے اسلوب و نہج سے تیار ہوتا ہے اور ان میں جو تھوڑی بہت معروضیت پائی جاتی ہے وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی۔ بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش و تاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں لہٰذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتاب اللہ اور سُنت رسول ﷺ کے مطابق ہیں یا نہیں جس طرح ایک مجتہد کا استدلال و استنباط صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی اس طرح کشوف میں بھی خطا و صواب دونوں کا امکان موجود ہے۔ بلکہ علامہ ابن تیمیہ کی زبان میں یہ کہنا چاہیئے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور برخود غلط حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت و وحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کے لئے کسی شخص کو منتخب کر لیتا ہے تاکہ وہ اس کتاب کے متن و الفاظ اور حروف کو من و عن لوگوں تک پہنچا دے لیکن اس کے اقوال و تشریحات اور عمل و کردار کے لئے

ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی و تنزیل کا نتیجہ ہو۔ لہٰذا حجت استدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سر چشمہ صرف و کتاب ہو گی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے شارع کی نہیں۔ ان کے ہاں اہلِ علم کو یہ حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں۔ شرع تقنین کے سانچوں کو ڈھالیں۔ دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں۔ اور لوگوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیں۔

نبوت و رسالات کا یہ گمراہ کن تصور دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الہیٰ کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور ضوفشانیاں نبی کے اعمال اور ارشادات کو متاثر نہیں کر پاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اسی لئے پیغمبر دینی حقائق کی تبیین و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اس سے منشائے الہیٰ کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے۔

ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات خواہشِ نفس سے منہ سے نہیں نکالتا وہ تو وحی الہیٰ ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (النجم:۴،۳)

ترجمہ:۔ تمہارے لئے پیغمبرِ خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (احزاب:۲۱)

اللہ کی اطاعت اور رسول کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پر تو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتب و صحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرمایا ہے اور رسول ﷺ اپنے عمل کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علماء کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اس کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی۔

اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر کو بھیجا گیا ہے مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی۔ اور لوگوں سے کہا اگر تم نجاتِ اُخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقشِ قدم پر چلو۔

ترجمہ:۔ میرا صلہ تو خدائے رب العالمین ہی پر ہے تو خدا سے ڈرو اور میرے کہنے پر (الشعراء:۱۰۹، ۱۱۰)

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا:

ترجمہ:۔ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو (الشعراء:۱۲۵، ۱۲۶)

حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ترجمہ:۔ سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (الشعراء:۱۴۴)

حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا ہے:

ترجمہ:۔ خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (الشعراء:۱۶۲)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اسی پیرایہ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا:

ترجمہ:۔ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء:۱۷۸،۱۷۹)

حضرت مسیح علیہ السلام نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا۔

ترجمہ:۔ میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم کو سمجھادوں۔ (الزخرف:۶۳)

آیئے! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات و تصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت و نبوت کا تعلق یکسر فیضانِ ربوبیت سے ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا کہ عقل و خرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے۔ پھر انبیاء و رسل کو بھیج کر اس کی راہنمائی کی ہے۔

ترجمہ:۔ (موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ (طٰہٰ:۵۰)

اس لئے کہ انسانی عقل و تجربہ بہر حال محدود و ناقص ہے۔ اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب و تمدن کی گھتیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے۔ اور اپنے لئے ایسی راہ عمل کا تعین کر سکے جس پر گام فرما ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے جو ذہنی اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کے فروزاں تک پہنچا سکیں۔

قرآنِ حکیم میں ہے:

ترجمہ:۔ اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصبِ نبوت سے نوازے۔ (الانعام:۱۲۵)

نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ لوگ خیر و خوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں۔ اور شر و برائی کے قلع قمع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ جس سے یہ بات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظامِ ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

ترجمہ:۔ پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے۔ (البقرہ:۲۱۳)

ترجمہ:۔ خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔ (آل عمران:۱۶۴)

اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے انبیاء کے لئے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

ترجمہ:۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی ارسال کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:۔ وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر

دے اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے۔

اسی نظامِ ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ ﷺ کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں۔

(۱) تعلیم و تبلیغ۔

(۲) تزکیہ۔

(۳) تبیین۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بہ یک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مُراد یہ ہے کہ آپ اُمت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں۔ اس کے ذہنی افق کو بلند کریں۔ اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح۔ جلادیں۔ کہ خدا کی کائنات اور انسان سے متعلق اُمت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے جس پر کہ تہذیب و تمدن کا ارتقاء اور تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپ ﷺ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے اُمت کے اخلاق و کردار کو سنواریں۔

ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت، تعاون و خیر سگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور یہ بتائیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر تقویٰ پرہیز گاری اور تعلق باللہ کی منزلوں کو کیوں کر کامیابی سے طے کیا جا سکتا ہے۔

تبیین کے معنی ہیں قرآنِ حکیم میں فرائض و اعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے کریں اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اور اوامر و احکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں۔ اور اُمت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان پر شب و روز میں کتنی نمازیں فرض ہیں۔ قیام، رکوع اور سجود میں کیا کیا پڑھنا چاہیئے۔ مناسکِ حج کیا کیا ہیں؟ نکاح اور بیوی یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے۔

ترجمہ:۔ منجملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب و دانائی سکھاتے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ:۔ اے رسول ﷺ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجئے۔ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ:۔ اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب اللہ میں چھپا رکھتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں۔ (المائدہ:۱۵)

ترجمہ:- اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔ (النحل:۴۴)

ترجمہ:- پھر اس کے یعنی (قرآن کے) معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ (القیٰمہ:۱۹)

قرآن حکیم نے جس طرح تصورِ نبوت و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرتﷺ کی اطاعت اتباع کو ضروری ٹھہرایا اس کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپﷺ کے نقوشِ قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اجاگر بھی کیا اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔

"ندائے دین" کراچی

(دسمبر ۱۹۸۳ء)

"نوویکنسی!"

● قبرستان میں "دفن کرنا منع ہے" کا بورڈ دیکھ کر

چمن میں دہر میں اپنا کوئی ساتھی نہ ہوا
بُت بھی ناراض رہا شیخ بھی راضی نہ ہوا
لگ گیا گور غریباں میں بھی "نوویکنسی"
ہم نے چاہا تھا مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

سلطان سنجر قبرستان سے گزر رہا تھا کہ ایک مجذوب کو دیکھا کہ ہر قبر کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔ پوچھا بابا! کیا دیکھ رہے ہو؟ بولا۔ اس قبرستان میں شاہ و گدا سبھی دفن ہوئے ہیں۔ دیکھ رہا ہوں کہ کیا اب بھی اِن میں فرق ہے۔

● ایک بادشاہ محل سے نکلا تو دیکھا شاعر کچھ لکھ رہا ہے۔
کہا کیا جھوٹ گھڑ رہے ہو۔
کہا آنجناب کی تعریف۔

بقیہ از صفحہ ۴۳

جو عہد فرنگی میں غدار وطن تھے
مسند پہ حکومت کے یہ غدار وہی ہیں

اس دور کی سب کی یادداشتیں اور اکابر احرار سے تعلق و محبت کی باتیں ذہن میں محفوظ ہیں کبھی کبھی انہیں لکھ لیتا ہوں فی الحقیقت ملک میں، بیرون ملک باقیات و متعلقین احرار تاریخ حریت کے مؤرخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ حضرت امیر شریعت کے فیضانِ نظر کے سبب ہے۔ نہ جانے! ہم کیا کیا باتیں اپنے ساتھ اپنی قبروں میں لے جائیں گے۔

پروفیسر تاثیر وجدان

اُبدی سچ کا نزول

(ایک نعت)

ہم اہلِ غمِ ازل کی صبح سے زندہ
درخشندہ کئی بیتی بھی صدیوں کئی بسرے زمانوں سے
ہمارے قلزمِ تاریخ کے روشن بہاؤ میں
وہ روح افروز ماہ و سال بھی ابھرے
کہ جب شاداب نیلے آسمانوں سے
کسی بھی نبوت کا خنک آبِ حیات اُترا
تو جاگ اٹھے نصیب عرب و عجم کے تشنہ کاموں کے
خنک آبِ حیات اُترا
تو سب معلوم و نامعلوم دنیائیں
صداقت کے سرورِ سرمدی سے لہلہا اٹھیں
کسی نُورِ اُلوہی سے
سبھی پیدا و پنہاں کائناتیں جگمگا اُٹھیں

نبیٔ اکرم و اعلیٰ!
تری سانسیں بہارِ خلد کے عنبر فشاں جھونکے
کہ جنکی لمحہ لمحہ موجزن سرسبز خوشبو سے
صدی اندر صدی
دیدہ و نادیدہ جہانوں پر
جمالِ خیر کی فصل گل و لالہ امڈ آئی
تجھی کو زیب دیتی ہے یہ شانِ عالم آرائی

نبیٔ اکرم و اعلیٰ!
جہانِ کہنہ و نو، غائب و حاضر کے سنگم پر
تری ہستی بیاباں کا
الوہی چشمۂ حیواں
کہ جس کے گرد اترے ہیں اور اُتریں گے قیامت تک
غمِ تشنہ لبی سے سر پٹختے کارواں
اقوامِ عالم کے

مرے شمس الضحیٰ! ظلمت زدہ آفاقِ ہستی پر
ترے رُخ نے لٹائے گنج کرنوں کے
مرے بدر الدجیٰ! تیرہ شبی کی بد نصیبی کو
ترے ضوپاش عارض نے خزائن نور کے بخشے
مرا ملجا و ماویٰ تو
مری واحد تمنا تو

تری نکھری جبیں سے پھوٹتی صبحوں کی حُرمت پر
نچھاور جان و دل میرے
ترے مشفق تبسم کی چمن پرور لطافت پر
نچھاور جان و دل میرے
ترے شیریں تکلم کی حسیں روحِ خطابت پر
نچھاور جان و دل میرے
نچھاور سب اثاثہ تجھ پہ میری زندگانی کا

نبیٔ اکرم و اعلیٰ!
ترا احساں کہ نیلے آسماں کی قدس گاہوں سے
مقدس حرف و معنیٰ کا نم ابرِ بہار اترا
زمینوں پر زمانوں تک
کہ جس کی نور برساتی ہوئی ٹھنڈی پھواروں نے
دلوں کی بانجھ بنجر ریت کو
روحوں کے سُوکھے کرم خوردہ نخل زاروں کو

نشاط و انبساطِ زندگی کی سبز خلعت دی
سرورِ برگ و بر بخشا
زمینِ نجد کی تہ میں رسیلے زمزمے زمزم کی موجوں کے
نئے آہنگ سے جاگے
شتر بانوں کے دن چمکے
شتر بانی کو اعزازِ جہانبانی ملا تجھ سے

نبیٔ اکرم و اعلیٰ!
کرم تیرا کہ بالآخر
مقدس حرف و معنیٰ کے سر پرور اجالوں میں
نشاں اپنا ملا
گم گشتگانِ کوہ و صحرا کو
کرم تیرا کہ ہستی کی
سیاہ پُرہول راتوں میں
چمک اُٹھیں منازل

غم میں ڈوبے کاروانوں کی
زمینِ شرقِ اوسط! دے گواہی اُن زمانوں کی۔
سرابوں میں بھٹکتی زندگی کے محسنِ اعظم!
عطا کر اپنی رحمت کے اُمڈتے دجلہ زاروں سے
مرے کشکول کی تشنہ لبی کو بھی کوئی جُرعہ
تُو اے سادات کے سیّد!
سخی سیّد!
فقط اک جرعۂ نوشیں عطا کر دے لبِ جاں کو
برہنہ پا
سر و چہرہ غبارِ گردشِ قسمت سے آلودہ
بدن پر غم کی میلی دھجیاں اوڑھے
زمانوں سے
ترے بابِ کرم سے سر لگا کر ایستادہ ہوں
مری غم دیدہ پلکوں سے ٹپکتی التجائیں سن
ز چشمم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

بقیہ از صـ ۱۹

بہت بڑے ہیں۔ اور ان کا عذاب بہت سخت ہے۔ ہمیشہ ہی ان سے بچنے کی خاص طور پر کوشش کرنا چاہیئے۔ مندرجہ ذیل ہیں:
غیبت کرنا، بہتان تراشی، جھوٹ بولنا، گالی دینا، بے جا ایذاء رسانی (خواہ وہ کسی آدمی کو یا جانور کو) فحش باتیں کرنا، غصہ میں حد سے گزر جانا، سینما اور ٹی وی دیکھنا اور فحش مناظر سے لطف اندوز ہونا۔ بدنگاہی کرنا۔ گندے قصے کہانیاں پڑھنا اور گندے خیالات کی پرورش کرنا۔ تاش گنجفہ وغیرہ ناجائز کھیل کھیلنا۔
یہ وہ گناہ ہیں جن کے گناہ ہونے کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے اس لئے اسکا تذکرہ مخصوص طور پر کیا گیا ورنہ ہر گناہ سے بچنا فرض ہے خصوصاً رمضان المبارک میں۔

حاشیہ از صـ ۱۷

حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا مگر الفاظ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اور معنیٰ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں۔

مفکرِ اسلام مولانا محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی

"روزہ"
حکمتیں، آداب، فضائل

اسلامی مہینوں میں ماہِ رمضان کا نام اس قدر مشہور ہے کہ جاہل مسلمان بھی اس سے واقف ہیں۔ اس کی شہرت کا سبب اس کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ایک عجیب مگر بہت حکمت آمیز عبادت کی جاتی ہے۔ جس کا نام عربی میں "صوم" اور اردو میں "روزہ" ہے۔

روزے کو میں نے عجیب عبادات اس لیے کہا کہ اس کی کوئی ظاہری شکل و صورت نہیں جسے کوئی دیکھ سکے۔ طلوعِ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی لطف اندوزی کو چھوڑ دینے اور ان سے احتراز کرنے کا نام "صوم" یعنی روزہ ہے۔ گویا روزہ کسی کام کے کرنے کا نام نہیں بلکہ چند کاموں کے ترک کرنے کا نام ہے۔ روزہ دار چلتا پھرتا اور بات چیت کرتا ہے، پڑھتا اور سوتا ہے مگر ہر حالت میں مصروفِ عبادت رہتا ہے۔ اور ان کاموں سے اس کی عبادت "صوم" میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا۔ دیکھنے والا اسے کسی عبادت میں مشغول نہیں پاتا اور نہ بتائے بغیر اسے اس کے روزہ کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

صومِ رمضان فرض ہے۔ اور بغیر عذر شرعی اسے چھوڑنا سخت گناہ اور اس کے فرض ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔ جو شخص صوم رمضان کے فرض ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

یاایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ پ ۲)

"اے ایمان والو! تمہارے اُوپر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے ہونے والی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

آیت سے روزِ روشن کی طرح روشن ہے کہ صوم رمضان ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔

حالتِ سفر میں جب سفر شرعی ہو یعنی کم از کم اڑتالیس میل کی مسافت طے کرنے کی نیت ہو تو رمضان کا روزہ قضا کرنا اور سفر ختم ہونے کے بعد اس کی قضاء رکھ لینا جائز ہے۔ اسی طرح بعض اور صورتیں بھی ہیں جن میں یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور بعض مجبوری کی حالتیں ایسی ہیں جنہیں روزے کے بجائے "فدیہ" یعنی مقررہ صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ ان مسائل یا صوم کے متعلق دوسرے مسائل کو کتب فقہ میں دیکھا یا کسی عالم دین سے دریافت کرنا چاہیئے۔ یہ مختصر اشارہ اس لئے کر دیا گیا کہ پڑھنے والوں کو شریعت مطہرہ کی نرمی و سہولت کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

صوم کی یہ خصوصیت کہ وہ چھپا رہتا ہے اور کسی کو دکھایا نہیں جا سکتا نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے، اسے ریا،

دکھاوے کے خطرے سے محفوظ اور اخلاص کے نور سے منور کر دیتی ہے۔ روزہ دکھاوے کے لئے نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ اگر ریا اور دکھاوا مقصود ہو تو آدمی خلوت میں تو کھا پی سکتا ہے۔ جب خلوت میں بھی روزے سے رہتا ہے تو اس کے خلوص میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔ اسی لئے ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الیٰ سبعمائة ضعف۔ قال اللہ تعالیٰ الاالصوم فانہ لی وانا اجزی بہ۔ (مشکوۃ کتاب الصوم ص ۱۷۳)

"ابن آدم کے ہر عمل (خیر) کی جزا دس گنی سے سات سو گنی تک ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سوا روزے کے پس بیشک وہ (روزہ) مخصوص طور پر صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اسکی جزا دوں گا"۔

عبادت میں صرف صوم کی خصوصیت ہے کہ اس میں ریا کی گنجائش نہیں یہ بات کسی عبادت میں نہیں پائی جاتی۔ دوسری عبادتوں مثلاً نماز، صدقہ وغیرہ میں ریا سے بچنے اور اخلاص پیدا کرنے کی کچھ نہ کچھ کوشش کرنا پڑتی ہے مگر روزے میں معمولی نیت ہی سے اخلاص خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ریا کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ روزے کی اس خصوصیت کو سامنے رکھنے سے حدیث مذکور کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ صوم دوسروں کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے اس لئے اس کی جزاء بھی مخفی رکھی گئی اور وہ اتنے اونچے درجہ کی ہوگی کہ اس دنیا میں اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا گویا اسے عقل و تخیل سے بھی پوشیدہ کر دیا گیا تا کہ جب قیامت کے دن اس کی جزاء عطاء فرمائی جائے تو روزہ دار کو حیرت کے ساتھ مسرت بے پایاں بھی حاصل ہو کیونکہ جب کوئی نعمت یکایک ملتی ہے تو اس کا لطف بڑھ جاتا ہے۔ خصوصاً جب وہ نعمت بہت بڑی اور توقع سے بہت زیادہ ہو۔

صوم کی حکمتیں

شریعت اسلامیہ کے سب احکام سراپا حکمت ہیں۔ جہاں ہمیں حکمت نہ معلوم ہوسکے وہاں اپنے ذہن کا قصور سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ کوئی حکم شرعی بھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔ روزے میں ایک حکمت نہیں بلکہ کئی حکمتیں ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں روزہ سراپا ایک حکمت عبادت ہے۔

یہ بات بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ دنیا میں جو مشہور مذہب پائے جاتے ہیں مثلاً مسیحیت، ہندو مذہب وغیرہ ان سب میں روزے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عبادات کا یہ طریقہ مختلف مذاہب کے پیروؤں میں رائج ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ نے جس صوم کا حکم دیا ہے اس کی شان ہی جداگانہ ہے۔ اس میں فائدہ زیادہ اور تکلیف کم ہے۔ روزے کے بارے میں غور کیجئے کہ شریعت نے غذا کی مقدار میں کوئی کمی نہیں کی۔ عام طور پر آدمی دن رات میں تین وقت کھاتا ہے۔ صبح، دوپہر اور رات کو۔ شریعت نے تینوں کھانے قائم رکھے۔ صرف ان کے اوقات بدل دیئے۔ ناشتہ کا وقت بدل کر طلوع صبح صادق سے پہلے کر دیا۔ مغرب کے وقت افطار رکھا۔ جو دن کے کھانے کا قائم مقام ہے۔ اس کے بعد رات بھر میں جس وقت جی چاہے کھا سکتے ہیں۔ گویا جس کا جی چاہے رات کا کھانا بھی کھائے اور اس طرح

ص ۱ حاشیہ ص ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تین وقت پورے کر لے۔ بعض لوگ ویسے بھی دو ہی وقت کھاتے ہیں۔ یعنی صبح و شام اس لئے رات کے وقت آزادی دے دی تاکہ ہر شخص اپنی عادت، سہولت اور صحت کی مناسبت سے کھائے پیے۔ اس حکیمانہ طرز کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روزے کی وجہ سے کوئی قابلِ ذکر کمزوری نہیں پیدا ہوتی جو کمزوری محسوس ہوتی ہے وہ وقتی ہوتی ہے جو رمضان ختم ہونے کے بعد بہت جلد زائل ہو جاتی ہے۔ وہ درحقیقت قلت غذا کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ تبدیلِ عادت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص مدت دراز تک روزے رکھتا رہے تو ایک مدت کے بعد اس کی کمزوری آہستہ آہستہ زائل ہونے لگے گی یہاں تک کہ اگر طبیعت روزے کی عادی ہو جائے تو کوئی کمزوری محسوس نہ ہو گی۔ ہاں اگر تقلیلِ غذا وغیرہ یا کسی دوسری وجہ سے کمزوری ہو جائے تو دوسری بات ہے مگر اسے روزے سے کیا تعلق؟ یہ کمزوری دوسرے سبب کا اثر ہے نہ کہ صوم کا۔

باوجود اس کے روزے کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے یعنی نفس کو شریعت کے ماتحت رکھنے کی قوت و صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے جس سے کام لیا جائے تو "تقویٰ" کی صفت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی صفت اور زبردست روحانی قوت صرف تبدیلِ عادت کی وجہ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ نہ تقلیلِ غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کسی اور سخت مجاہدے کی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان عادتوں کا غلام ہوتا ہے اور خلافِ عادت کسی بات کا کرنا یا کسی عادت کا ترک کرنا اس پر بہت شاق ہوتا ہے۔ لیکن جب کچھ دن اس تکلیف اور مشقت پر صبر کرتا ہے تو یہ کم ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایک مدت کے بعد بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ تکلیف جاتی ہے تو صبر اور خواہشِ نفس کے مقابلے کی قوت دیکر جاتی ہے۔ یہی قوت صوم کا بہت بڑا ثمرہ اور اس کا دیا ہوا بہت قیمتی تحفہ ہے۔ جب یہ قوت و طاقت مسلمان میں بیدار اور قوی ہو جاتی ہے تو وہ نفس کی خلاف شریعت خواہشوں اور گناہوں کے تقاضوں کا مقابلہ بھی نسبتاً سہولت اور آسانی کے ساتھ کر لیتا ہے اور اگر اس قوت سے برابر کام لیتا رہے تو "تقویٰ" یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کاموں سے بچنے اور دور رہنے کی عادت اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو روزہ کا ایک اہم مقصد ہے۔

۲۔ روزے میں ایک لطیف حکمت یہ ہے کہ اس سے انسان کو اپنی انسانیت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کو ایک مشابہت ملائکہ کے ساتھ حاصل ہے اور ایک حیوان کے ساتھ یعنی اس میں ملکوتیت و حیوانیت دونوں چیزوں کا امتزاج ہے۔ ملکوتیت کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت ہے اور حیوانیت کا تقاضا کھانا پینا اور جنسی خواہش پوری کرنا ہے۔ یہ حیوانی تقاضے جب مدت تک پورے ہوتے رہیں تو ان کے مناسب جذبات و میلانات اور اخلاق کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور انسان بھولنے لگتا ہے کہ میں انسان ہوں اور میرے اندر ملکوتیت کا جو جزو ہے وہی ارفع اور اعلیٰ ہے اور اسی کو ترقی دینا مقصدِ حیات بلکہ مقصدِ وجود ہے۔ روزہ بھی بھول کو دور کر دیتا ہے۔ روزہ دار کو احساس ہوتا ہے کہ میں حیوان نہیں ہوں جو کھانے پینے وغیرہ، نفس کی طبعی خواہشوں کا غلام بنا رہوں اور نفس کی ہر فرمائش پوری کرتا رہوں۔ یہ احساس بہت قیمتی چیز ہے۔ یہ انسان کے دل میں روحانی ترقی اور بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتا ہے جو مقصدِ عظیم کی جانب پہلا قدم ہے۔

۳۔ کھانے پینے وغیرہ لذات کو ترک کر کے روزہ دار ان لوگوں کی حالت کا احساس پیدا کر سکتا ہے جنہیں ضروریات

زندگی حاصل کرنے میں بھی دشواری ہوتی ہے جو اسے ان کی امداد پر ابھارتی ہے یہ صورت معاشرے کے لئے بھی مفید ہے اور روزے دار کے لئے بھی۔

۴۔ روزہ عام حالات میں صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ اس وجہ سے آلاتِ ہضم کو کچھ آرام مل جاتا ہے۔ اور جسم کے بہت سے فضول اور فاسد مادے تحلیل ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اعضاء میں غذا کو جذب اور ہضم کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے بعد جب آدمی معمول کے مطابق غذا کھاتا ہے تو اس سے قوت بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے اور رمضان میں پیدا ہونے والے ضعف کی تلافی جلد ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں مشاہدہ ہے کہ روزہ دار عام طور پر روزوں کے دوران بہت کم بیمار ہوتا ہے۔

۵۔ روزہ دار صبر کا عادی ہو جاتا ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کی کلید ہے۔ بے صبری کی عادت دونوں جہانوں میں نقصان اور خسارے کا سبب ہے۔

۶۔ رمضان المبارک میں سب مسلمان روزے رکھتے ہیں اور رات کو تراویح پڑھتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کی فضا بن جاتی ہے۔ جس میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی خوشبو ہوتی ہے۔ اس فضا سے کم و بیش ہر شخص متاثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کے قلب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھتا ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پورے رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اور بغیر عذر شرعی ایک روزہ کا ترک کرنا بھی سخت گناہ ہے۔

روزے کے آداب

روزہ کوئی رسم نہیں بلکہ عبادت ہے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اگر اس میں گناہوں کی آمیزش کی جائے تو یہ بات بہت افسوسناک ہو گی اور ایسا روزہ بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہو سکتا ایسے روزے سے فرض تو ادا ہو جاتا ہے مگر اس پر وہ اجر نہیں ملتا جس کا وعدہ صوم پر کیا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ ورنہ گناہوں سے مخلوط روزہ تو اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ اس سے فرض ادا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کرم اور ان کی رحمت ہے کہ ان کے قانون میں اس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اس لئے روزہ ترک کرنے سے تو بہر حال یہ روزہ بھی بہتر ہے۔ مگر ایسے روزے سے اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص روزے میں گناہ کی باتوں اور ان پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (مشکوٰۃ)۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاجت تو کسی چیز کی بھی نہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا روزہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا اور اس پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔

بعض گناہ جن میں لوگ زیادہ مُبتلا ہوتے ہیں

یوں تو ہمیشہ ہر گناہ سے بچنا چاہیئے۔ خصوصاً روزے کی حالت میں تو اور زیادہ احتیاط کی حاجت ہے مگر بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن میں عام طور پر لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں اور بظاہر وہ گناہ چھوٹے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ وہ

بقیہ صـ۱۵ پر دیکھیں۔

مادر مومناں رضی اللہ عنہا صد ہزاراں سلام

مونسِ مصطفیٰ نازشِ مجتبیٰ — تحفۂ کبریا مرحبا مرحبا
سیّدہ عائشہ طیّبہ طاہرہ — مادرِ مشفقہ صد ہزاراں سلام

اے چراغِ حریمِ رسولِ خدا — کوثرِ عصمت و پاسبانِ حیا
پیکرِ باصفا ارمغانِ وفا — غیرتِ حوریاں صد ہزاراں سلام

اے سخن دانِ شاہِ عرب اور عجم — محرمِ اُسوۂ تاجدارِ حرم
ترجمانِ براہینِ لوح و قلم — کاشفِ کن فکاں صد ہزاراں سلام

اے نظیف و عفیف و زعیمِ ہُدا — کنزِ جود و سخا مشعلِ حق نما
عابدہ زاہدہ فاضلہ کاملہ — رشکِ کرّوبیاں صد ہزاراں سلام

نجمِ نجم الہدیٰ بدرِ بدر الدجیٰ — شمسِ شمس الضحیٰ نورِ نور العلیٰ
اُمِّ خیر الامم زوجِ خیر الوریٰ — عترتِ صادقاں صد ہزاراں سلام

کتبہ یوسف سدیدی ۹۹ھ

دیدہ ور

تراشے

"ترقی پسند اور روشن خیال" خواتین توجہ فرمائیں

یہ خبر بڑی حیرت و استعجاب سے سُنی جائے گی کہ برطانیہ جیسے "روشن خیال" ملک میں بھی بعض زنانہ تعلیمی اداروں میں مردوں کا داخلہ بند ہے۔ لندن سے خبر آئی ہے کہ آکسفورڈ کے سمرویل گرلز کالج میں اس سال اکتوبر سے مردوں کو داخلہ دینے کے فیصلے کے خلاف کالج کی سو سے زیادہ طالبات نے سیاہ لباس پہن کر اور منہ پر پٹیاں باندھ کر خاموش احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس کالج میں گزشتہ ۱۲۳ برس سے مردوں کا داخلہ ممنوع تھا لیکن گزشتہ دنوں کالج کی گورننگ باڈی نے فیصلہ کیا کہ اس سال اکتوبر سے کالج کے دروازے مردوں پر بھی کھول دیئے جائیں گے۔ چنانچہ طالبات نے اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا جس کے نتیجے میں عارضی طور پر اس فیصلے پر عمل درآمد ملتوی کر دیا گیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جس گورننگ باڈی نے مردوں کے داخلے اجازت دی ہے اس میں ۲۷ خواتین بھی شامل ہیں۔ ہمارے ملک کی ترقی پسند خواتین جو مخلوط تعلیم کی حامی ہیں انہیں یہ خبر پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی ہو گی۔ خدا جانے سمرویل کالج کی طالبات اس قدر رجعت پسند کیوں ہیں کہ وہ مردوں کے داخلے کی مخالفت کر رہی ہیں۔ ہماری "ترقی پسند" خواتین کو چاہیئے کہ وہ ان رجعت پسند برطانوی طالبات کی مذمت میں ایک ریزولیشن پاس کریں اور اسے کالج کی گورننگ باڈی کی خدمت میں بھیج دیں تاکہ اس کے ہاتھ مضبوط ہو سکیں۔

برطانیہ میں عورتوں کے پادری بننے پر پابندی تھی جسے اب ایک بل کے ذریعے دور کیا جا رہا ہے۔ یہ بل تمام مرحلوں سے گزر کر اب ملکہ کے دستخطوں کا منتظر ہے۔ جس کے بعد گرجوں میں خواتین کی بھی بطور پادری تقرری ممکن ہو جائے گی۔ لیکن چرچ آف انگلینڈ اس بل کا مخالف ہے اور اس نے ملکہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس بل پر دستخط کرنے سے انکار کر دیں۔ چرچ آف انگلینڈ کے نمائندے نے کہا ہے کہ اس بل پر دستخط کرنے سے پہلے ملکہ کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ اس سے گرجوں میں "گند" مچ جائے گا۔

برطانیہ کی ملکہ ایک آئینی سربراہ ہیں اور وہ پارلیمنٹ کے فیصلوں کو رد نہیں کر سکتیں وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہیں کہ پارلیمنٹ کو اس بل پر نظر ثانی کے لئے کہیں لیکن اگر پارلیمنٹ نے عورتوں کو پادری بنانے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے تو ملکہ زیادہ دیر تک اس کے راستے میں مزاحم نہیں ہو سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے برطانوی سوسائٹی اپنی تمام تر روشن خیالی اور ترقی پسندی کے باوجود بڑی رجعت پسند واقع ہوئی ہے اور وہ گرجوں میں عورتوں کے عمل دخل کو پسند نہیں کرتی۔

"سرراہے"۔ نوائے وقت ملتان

(۲۵ فروری ۹۳ء)

پروفیسر شبیر احمد طاہر

سکینہ یا سُکینہ

ترجمہ: محمد عمر فاروق

پاکستان ٹائمز کے ۹۲-۸-۱۲ کے شمارے کے روزانہ شائع ہونے والے کالم "لاہور اور اس کے نواح میں" ایک خبر تھی جس میں دیگر باتوں کے علاوہ کہا گیا تھا کہ: "ایک مجلسِ عزا بسلسلہ شبیہہ تابوتِ حضرت سکینہ علیہ السلام امام بارڑہ بلتستانیہ اسلام پورہ میں منعقد ہو گی"۔

اگر اس اعلان کا تعلق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے ہے تو پھر اس نام میں مغالطہ ہے کیونکہ اس خاتون کا حقیقی اور صحیح نام سکینہ نہیں سُکینہ تھا۔ سُکینہ دیگر اسموں، حسین زبیر یا زبیر کی طرح تانیثی اسمِ مصغر ہے۔ لیکن اگر "تابوتِ سکینہ" کا اشارہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۸

تابوت فیہ سکینۃ۔

کی طرف ہے تو یہ یکسر مختلف معاملہ ہے۔

تابوت فیهم سکینۃ۔

کا ذکر قرآن کی مذکورہ بالا سورۃ میں آیا ہے۔

کتابِ مقدس کے اکثر مغربی مترجمین نے تابوت کے بہت سے معانی بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ پکھتال وغیرہ نے ARK (جسے اردو لغت میں کشتیٔ نوح کہا گیا ہے) جس سے بہت زیادہ اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک جدید مسلم مترجم کے مطابق تابوت کا ترجمہ بائبل کے عہد نامہ عتیق مذکور تابوت یہ ردا کو مد نظر رکھتے ہوئے ARK کے طور پر یہودی اثر کے تحت ہوا ہے۔ اس مترجم کے مطابق علامہ راغب نے اس کا ترجمہ "دل یا سینہ" کیا ہے۔ اس نظریئے میں شریک اور اس کی تصدیق ممتاز مفسرینِ قرآن زمخشری اور بیضاوی نے بھی کی ہے۔

اس کالم میں ایک اور چیز جس نے مجھے الجھن میں ڈالا ہے وہ اُس خاتون کا نام ہے جس نے اس مجلس میں تقریر کی تھی۔

"ڈاکٹر عطیہ بتول"!

اب بتول عموماً حضرت فاطمہؓ کے نام کے لاحقے کی ایک صورت ہے۔ لیکن بتول کا لغوی معنی "کنواری" ہے۔ جو کہ حضرت فاطمہؓ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ شادی شدہ تھیں اور اُن کے بچے بھی تھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ لاحقہ (بتول) حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ تقابل میں جو ظاہر کنواری تھیں کیا گیا ہے۔ کیا ازراہِ کرم آپ کا کوئی قاری مجھے ان دو نکات کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

۱۶ وکٹورین پارک
مال روڈ لاہور

خورد بین

بلا تبصرہ

مسلم لیگ نے انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات دلائی، وہی پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنائیگی، وائیں

وہ باری باری لڑکیوں کو نوچتے رہے، دوپٹے نشانی کے طور پر درخت سے لٹکا گئے

بچیوں کو واسطے دیئے تو انہوں نے تھپڑ اور بندوق کے بٹ مارے، بھائی [illegible] تو انہیں درختوں سے باندھ دیا

ایک شخص نے پوچھا تو فائرنگ شروع ہوگئی، گاؤں والے دور تماشا دیکھتے رہے، مالک کا بیٹا کچہری لے گیا وکیل نے کہا مقدمہ درج ہو جائیگا۔

شاہدرہ میں زیادتی کی شکار لڑکیوں [illegible] زیادتی کا [illegible]

"ذلت اور اذیت کی انتہا ہوگئی، کسی نے ہماری مدد کی نہ موت آئی"

نوجوان بھاوج اور 15 سالہ نند سب کچھ لٹنے کے بعد کھلے آسمان تلے بے ہوش پڑی تھیں اور قریب ہی رسیوں میں جکڑے بھائی اپنی بے بسی پر تڑپ رہے تھے

اتنے بڑے سانحہ کے باوجود زمیندار کی ہدایت پر عمل کرنے پر مجبور تھے کیونکہ 28 ہزار روپے کے ادھار نے ہمارے پاؤں باندھ رکھے تھے

"اس جنگل میں اب ڈر کس بات کا سب کچھ تو لٹ گیا" اچانک آنیوالا حوالدار ہماری داستان سن کر ایس ایچ او کو لے آیا: متاثرہ خاندان۔

زیادتی کا پروگرام بنایا اور قریبی کسانوں سے کہہ دیا کہ ہم چوروں کے پیچھے جا رہے ہیں ادھر نہ آئیں فائرنگ ہو سکتی ہے: ملزموں کا اعتراف

پولیس رائفل کی نشانی سے ملزموں تک پہنچی، ایک ملزم کو ایس ایچ او کا بکرا ذبح کرنے کے بہانے تھانے بلا کر پوچھ گچھ کی گئی تو راز کھل گیا

9 افراد نے گولیوں کی بارش میں گھر لوٹا، عورتوں کو ننگا کیا، مردوں کو منہ کالا کر کے پھرایا

جاتے ہوئے 2 افراد کو اغوا کر لیا، فائرنگ سے ڈرتے ہوئے کسی نے مدد نہ کی، دھمکی دی کہ ایک شخص حوالے نہ کیا تو ہم اسے قتل کر دیں گے

[illegible]

ہیڈ بلوکی: 30 لڑکوں نے لڑکیوں کو اٹھایا، درختوں کے پیچھے لے گئے اور بدتمیزی کی انتہا کر دی

واقعہ [illegible] کے قتل [illegible] درندوں [illegible] نشانہ بنایا گیا، مزاحمت کرنے والی لڑکیوں پر بھی تشدد کیا گیا، اف خدایا یہ منظر دیکھتے ہوئے میری آنکھیں کیوں نہ پھوٹ گئیں

[illegible] ہاشمی منظر حسین نے ان لڑکوں کو روکا، لڑکوں نے اسلحہ دکھایا تو منظر حسین بھی گھر سے اسلحہ لے آیا، ہوائی فائرنگ کی بیلداروں نے مدد کی اور لڑکے لڑکیاں چھوڑ کر فرار ہو گئے، انہوں نے خود بھی لڑکوں کو قابو کیا [illegible]، جلال الدین

[illegible] پولیس تین گھنٹے بعد پہنچی، لڑکے بڑے بدمعاش ہیں رات ان کے [illegible] بدتمیزی کی [illegible] پولیس خراب [illegible]

[illegible] میرا مخالف ہے اس لئے مجھے پھنسایا ہے، منظر جو کسی سے رعایت نہ کی جائے اگر یہ لڑکے بے گناہ ہیں تو چھوٹ جائیں گے، اور اگر انہوں نے قوم کی بہو بیٹیوں سے زیادتی کی [illegible] نہیں بچا سکے گا، رانا میلات ایم این اے

[illegible] کے ساتھ بڑی بے ہودگی ہوئی [illegible] قانون نہیں ہے [illegible] کا بیان [illegible] لڑکیوں کے ساتھ جانے والے مردوں کا بیان

محمد الیاس

جب اُس نے اپنی بہن کو سینما سکرین پر ناچتے دیکھا۔؟

یا یھا الذین امنو اقوا انفسکم و اھلیکم نارا (سورة التحریم ..٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچانے کی فکر کرو"

۱۳ جنوری کے روز نامہ پاکستان کے اندرونی صفحہ پہ یہ لکھا تھا - "شریفوں کا مجرا"

"شریف زادیوں کے رقص کی ویڈیو کیسٹ بازار میں آگئی"

ایک اور گھناؤنے کاروبار کا آغاز کہ جس سے شیطان بھی مات کھا گیا - آپکو معلوم نہیں تو ہم یاد کرائے دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے گھر خوشی کی جس تقریب میں مسرتوں کے لمحات کو ویڈیو فلم والوں سے محفوظ کرایا تھا۔ ان میں سے بعض ویڈیو سنٹر کے مالکان نے اس تقریب کے گیت 'پاکستانی و انڈین فلمی گانوں کے فحش مناظر کے ساتھ ملا کر ایک نئی کیسٹ "شریفوں کا مجرا" کے ٹائیٹل سے مارکیٹ میں پیش کر دی ہے - ان دنوں کیسٹ وفاقی دار لحکومت اسلام آباد' راولپنڈی ' جہلم اور لاہور کے علاوہ متعدد شہروں میں فروخت ہو رہی ہے - منی سینما گھروں میں دکھائی جانے والی یہ کیسٹ ویڈیو مالکان شخصی ضمانت پہ دے رہے ہیں یوں اس کیسٹ کے مارکیٹ میں آجانے سے کئی گھروں کی بہنوں بیٹیوں کے چہرے پیشہ ور مجرے والیوں کی طرح لوگوں کے سامنے آئے ہیں - اس کا انکشاف لاہور کے ایک منی سینما گھر میں ۲۰ روپے کی ٹکٹ لے کر فلم دیکھنے والے نوجوان کی

زبانی ہوا جس نے منی سینما کے مالک کو فلم دیکھنے کے دوران گریبان سے پکڑ لیا تھا - جب یہ معلوم ہوا کہ اس نوجوان کے بھائی کی شادی چار ماہ قبل راولپنڈی میں بڑی دھوم دھام سے کی گئی تھی اور خوشی کی اس تقریب میں مذکورہ نوجوان کی اپنی بہن نے بھی ڈانس کیا تھا - وہاں ویڈیو فلم بنانے والوں نے اس ناچ گانے کو بھی شریفوں کے مجرا میں شامل کر دیا تھا - ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت درجن سے زائد شریفوں کے مجرے منی سینما گھروں میں چل رہے ہیں -گذشتہ دو سالوں میں ہونے والی بعض تقریبات میں ہونے والے پروگرام ان ویڈیو کیسٹوں میں شامل کیئے گئے ہیں اور جو لوگ بعض ویڈیو سنٹر مالکان کے اس گھناؤنے کاروبار سے آگاہ ہو چکے ہیں ' اب تقریبات کی ویڈیو بنوانے میں احتیاطی تدابیر اختیار کر رہے ہیں -

ہمارے ملک میں غیر شرعی رسموں کی بھرمار ہے "رسم حنا" میں صرف لڑکیاں ہی حصہ لیتی ہیں - سڑکوں اور جگہوں میں ڈانس کرتی دکھائی دیتی ہیں - جسکی ویڈیو فلم بنتی ہے - ان لڑکیوں کی ٹیم کے ساتھ خاندان کے ایک یا دو بزرگوں کو باڈی گارڈ کے طور پہ ساتھ کھڑا کر دیا جاتا ہے 'وہ بے غیرتوں کی طرح اپنی عزتوں کو سربازار نچاتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے -

مسلمانوں کی اکثریت نے ٹی وی اور وی سی آر کو اپنی زندگی میں اسطرح داخل کر لیا ہے کہ اس کے بغیر اپنی زندگی کو نامکمل سمجھتے ہیں - اگر ٹی وی اور وی سی آر نہ ہو تو زبردست کمی محسوس کی جاتی ہے - آج کل نوجوان دنیا بھر کے تمام کنجر اور گلوکاروں مراثیوں اور بھنڈوں سے واقف ہیں اگر ان سے احادیث کی کتب کے نام پوچھے جائیں تو جواب نفی میں ہو گا۔

ہماری نوجوان نسل کے ہیروز کنجر بھنڈ، فلمی اداکار اور گلوکار ہیں۔

کبھی مسلمان نوجوانوں کے ہیروز خالدؓ بن ولید، سلطان صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی اور ٹیپو سلطان ہوا کرتے تھے۔

جب سے ٹی وی عام ہوا ہے۔ فیشن اور بے پردگی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ مرد اور عورتیں ان کنجروں کی نقل کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں

یہ سب فحاشی ان گندے ڈراموں اور گندی فلموں کی وجہ سے ہے جو ٹی وی، سینما اور وی سی آر کے ذریعے دیکھی جاتی ہیں۔

سورہ النور میں خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں فحاشی فروغ پائے۔ ان کے لئے دنیا میں بھی تکلیف دہ عذاب ہے، اور آخرت کے دن بھی اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے
(سورۃ النور۔ ۱۹)

وڈیو مالکان نے شادیوں کی تقریبات کی فلم کو فحش مناظر کے ساتھ ملا کر "شریفوں کا مجرا" کے نام سے کیسٹ مارکیٹ میں پیش کر دی ہے۔

جو برائیاں لوگ پہلے سینما اور ٹی وی پر دیکھتے ہوئے شرم محسوس کرتے تھے اور چھپ چھپا کر دیکھتے تھے وہ اب سب برائیاں آہستہ آہستہ رواج بن رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو مسلمان اس کنجر خانے سے نفرت کرتے ہیں، انہیں استقامت عطا فرمائے (آمین) اور دوسرے مسلمانوں کو ہمت دے تاکہ وہ اس سے نجات حاصل کر سکیں (آمین)

(بشکریہ الدعوۃ لاہور: شعبان ۱۴۱۳ھ)

قارئین نقیب ختمِ نبوت کو

عید مبارک

پروفیسر محمود غازی

مرزائیت ایک تخریب کار تحریک

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی مخالفِ اسلام سرگرمیوں (امتناع وسزا) آرڈی ننس (۱۹۸۴ء) کے نفاذ سے قادیانی مسئلہ اپنے حتمی حل کے آخری مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اب تقریباً ایک سو سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی ابتدا ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان بھی اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے۔

ختم نبوت (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں) کا تصور اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں "کوئی بھی مذہبی معاشرہ جو اپنی اساس کے لئے ایک نئی نبوت کا متقاضی ہو اور تمام ایسے مسلمانوں کو جو (اس نئی نبوت کے) الہامات کو ماننے سے انکار کریں کافر قرار دے، اسے ہر مسلمان اسلام کے استحکام کے لئے ایک شدید خطرہ سمجھتا ہے ..... ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان معاشرے کے استحکام کا تحفظ صرف ختم نبوت کے تصور ہی سے ہوتا ہے۔"

بطور نبی مرزا غلام احمد کے ساتھ قادیانیوں کی ارادت انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قادیانیوں نے خود اپنے آپ کو مسلم قومیت سے الگ کیا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں متعدد اظہارات اس امر کے ملتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر صاد نہیں کرتے، انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا غلام احمد خود اپنی تصنیف حقیقت الوحی میں صاف طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے مخالفین ہر دو فریق بیک وقت مسلمان نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔ (حقیقۃ الوحی مطبوعہ قادیان ۱۹۰۷ء ص ۱۶۳، ۱۶۳، ۱۷۹، ۱۸۰ وغیرہ) اپنی ایک اور تصنیف "انجام آتھم" میں وہ اپنے مخالفین کو "اہل جہنم" قرار دیتے ہیں (انجام آتھم مطبوعہ قادیان ۱۹۲۲ء ص ۶۲)

مرزا غلام احمد کے جانشین جن میں ان کے بیٹے خلیفۂ دوم اور قادیانیوں کے مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی شامل ہیں بعینہٖ ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں تاہم اس ضمن میں شدید ترین بیان جس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے مولوی محمد علی کا ہے جو خود ایک قادیانی فاضل ہیں لیکن قادیانی تحریک کے نرم ترحصے کے بانی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اسلام کے ساتھ احمدیہ تحریک کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا عیسائیت کا یہودیت سے تھا۔"

آنے والے صفحات میں اس تخریب کار تحریک کی ابتدائی تاریخ، اس کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ اور استعماری طاقتوں کے ساتھ اس کے تعاون کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں امت مسلمہ کے قادیانی تحریک کے متعلق خیالات اور اس کے قادیانیت کے خلاف ردعمل کی صدائے بازگشت بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ تصنیف نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ خطرناک نتائج سے پُر بھی ہے۔ قادیانی تحریک اس بنا پر اور بھی تہلکہ خیز ہے کہ یہ اسلام کے حصار کے اندر سے غدارانہ طور پر عمل کرنے کی خواہاں ہے۔ ہر چند کہ اس کا اپنا تشخص پاکستان کے مروجہ قانون اور قادیانی امت کی از خود امتِ مسلمہ سے علیحدگی کی روشنی میں اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس مرتد سلسلے کی ابتدا، اس کے مقصودات اور اس کی سرگرمیوں سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے انہیں ملتِ اسلامیہ سے حتمی طور پر الگ تھلگ کرنے کی کوششیں جاری ہیں کیونکہ قادیانی ملتِ اسلامیہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اسلام میں ختمِ نبوت کا تصور

ختم نبوت پر ایمان اسلامی عقائد کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس امر حقیقت پر مسلمان غیر متزلزل عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ انبیاء کے وہ آخری نبی تھے جنہیں انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا گیا تھا۔ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع حتمی اور مکمل ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر تاریخ کی تحقیقی نگاہیں ہمیشہ مرکوز رہی ہیں اور آنحضور کی ذاتِ بابرکات ہی وہ واحد ذات ہے جس کی طرف انسانیت رہنمائی کے لئے ہمیشہ پُر اعتماد انداز میں دیکھتی چلی آئی ہے۔

نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب ہم قرآن حکیم کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلا دی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بنا پر ان میں ترامیم یا تدوینِ نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات حتمی، آفاقی، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں۔ تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختم نبوت کا یہ تصور اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے اندازِ نظر، رویے اور احساسات پر اس تصور کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔

تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیاء اپنے سے بعد آنے والے انبیاء کی آمد کی پیش گوئی کرتے رہے ہیں لیکن قرآن حکیم میں اس طرح کا کہیں کوئی اشارا بھی نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن حکیم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی شک و شبہہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور بابِ نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیثِ نبویؐ میں اس موضوع پر کئی معتبر اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے۔

یہ عقیدہ اصولِ دین میں سے ہے اور ہمہ گیر ہے۔ امت مسلمہ میں ہمیشہ اس عقیدے کے متعلق یک جہتی اور اجماع رہا ہے اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں اس کی تہذیبی تعمیر بھی ایستادہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث و تمحیص کو ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارا کیا ہے۔

تکمیلِ دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں نبوت کا اتمام اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام لائے تھے اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فکرِ اسلامی کے ارتقا اور مسلم معاشرے کی تشکیل پر قرآنِ حکیم کے آخری کتاب اور رسول پاکؐ کے آخری نبیؐ ہونے کے تصور نے گہرے نقوش ثبت

ہیں۔

مشہور و معروف صاحبِ فکر مؤرخ ابنِ خلدون، امام ابنِ تیمیہ اُن کے روشن ضمیر شاگرد ابنِ قیم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ محمد اقبال ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے ختمِ نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبال کے خیالات اس رسالہ میں آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ختمِ نبوت پر ہمارا عقیدہ جزوِ ایمان ہے جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا رٹا بندھا قانون نہیں بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت مدد دی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو معیار کی صورت میں رکھا ہے۔ اس نے ان کے لئے اخلاقی اور روحانی کردار کا ایک ابدی نظامِ اقدار استوار کیا ہے۔ اس نظریئے نے مختلف ادوار مختلف نسلوں اور مختلف رنگ روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک اُمت بنایا ہے۔ اس نے انسان کے ذہنی استفسارات کو مہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں۔

ختمِ نبوت کے سلسلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ میرے بعد تیس جھوٹے دعویانِ نبوت آئیں گے لیکن میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت بھی عام پڑھے لکھے لوگوں پر روشن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دوران مسیلمہ کذاب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور سنہ میں آنحضورؐ کو ایک خط بھی لکھا تھا جس کے عنوان میں تحریر کیا " من مسیلمہ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ۔ اس کا خیال تھا کہ آنحضورؐ بھی جواباً اسے اسی طرح لکھیں گے اور یہ تحریر اس کے لئے تصدیق نامہ ہو جائے گی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب اس طرح شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الیٰ مسیلمۃ الکذاب۔ سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ

اس جواب سے مسیلمہ کذاب کے نام سے ایسا سرورِ ہوا کہ ابد تک یونہی معروف رہے گا۔ اس نے یہ فیصلہ بھی کر دیا کہ آنحضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص کاذب ہے۔

قادیانیت کا ظہور

سامراج کی سیاسی بالادستی اور عسکری تسلط کی بدولت اس کے عقب میں غیر ملکی عیسائی مبلغین کا ایک ریلا ہندوستان میں وارد ہوا۔ ہندوستان کی مذہبی اور ثقافتی زندگی میں ان کی موجودگی نے مسلمانوں کے جذبات میں تلخی گھول دی اور اس طرح سے صورتِ حالات میں سخت کشیدگی پیدا ہوئی۔ برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں اور عیسائی مبلغین کے درمیان تند و تیز مذاکرول اور علمی مباحثوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس وقت مسلمان سیاسی طور پر اکھڑے ہوئے عسکری میدان میں شکست خوردہ اور ثقافتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو چکے تھے۔ ایسے مواقع عام طور پر مذہبی اور سیاسی مہم جوؤں کے لئے بہت سازگار ہوتے ہیں اور وہ صورتِ حال سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایسے ہی نازک موقع پر قادیانی سلسلہ پنجاب کے ایک دور افتادہ قصبہ میں شروع ہوا۔ اس سلسلے کو اس کے سامراجی آقاؤں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ جدید تحقیقی کوششوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ سامراجیوں کی شہ پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کی تکمیل کرنے والے عیار ذہن جلد ہی مرزا غلام احمد کی متذبذب شخصیت کی تلاش میں کامیاب ہو گئے جن کی ذات میں انہیں ایسا متوقع مدعیٔ نبوت مل گیا جو امتِ مسلمہ کی مذہبی استقامت اور ذہنی پختگی کو مجروح کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں قادیان کے چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام احمد کے پردادا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک اچھے خوش حال زمیندار تھے اور ان کے پاس زمین کے وسیع قطعات تھے اور ان وسیع قطعات سے اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن سکھوں کے دورِ حکومت میں ان کے دادا مرزا عطا محمد کا سکھ حکمرانوں سے تصادم ہوا اور ان کی بہت سی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مرزا کے والد ایک اوسط درجے کے زمیندار رہ گئے۔

مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہلِ قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تقریباً چار سال تک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۶۵ء میں اسے خیرباد کہا۔ اس چار سال کے عرصہ میں انہوں نے انگریزی زبان سکھانے کے کورس میں جو برطانوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازمین کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا تعلیم حاصل کر کے انگریزی زبان میں شُد بُد پیدا کر لی۔ زبان دانی کے اس ابتدائی معیار میں اپنی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقامی عدالتی ملازمتوں کے لئے اہل قرار دیئے جانے کے لئے ایک مختصر امتحان میں شرکت کی لیکن وہ امتحان میں ناکام ہو گئے اور عدالتی عہدہ دار نہ بن سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرۂ نسب وسطی ایشیا کے مغلوں سے ملاتے ہیں۔ اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۳۴)۔ بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرۂ نسب ایرانیوں سے ملتا ہے۔ یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں جس میں آنحضورؐ نے اشاعتِ اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی۔

تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا پھر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضورؐ کی اولاد سے ہے اور بالآخر انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں از روئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں (اربعین جلد دوم۔ ص ۱۷)

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں سکھوں کے دورِ حکومت میں ان کے ساتھ تصادم میں مرزا کے پردادا کی بہت سی زمین ہاتھ سے نکل گئی تھی چنانچہ خاندانی لحاظ سے سکھوں سے اتنے بڑے چرکے کھانے کی وجہ سے انہیں سکھ قوم سے بیزاری ہو گئی۔ اور چونکہ سکھوں کا خاتمہ کرنے والے انگریز تھے لہٰذا ان کا خاندان انگریزوں کا حاشیہ بردار ہو گیا اور اس حاشیہ برداری میں اتنا آگے نکل گیا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ مرزا غلام احمد اپنے والد کے انگریز پرستانہ کردار پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

> " میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔ (تحفہ قیصریہ

ص ۱۶۔ از مرزا غلام احمد)

تاہم ان کے خاندان کی حالت بگڑتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد بہم پہنچائی تھی اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ ان کی زمینیں ضبط کرتے رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:۔

"اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسی رہ گئی۔ اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہو گئی۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اول۔ ص ۲۲۔ صاحبزادہ بشیر احمد)

مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ اور بڑی خستہ حالی میں بسر کیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا لیکن جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہو گئی اور عمر کے آخری سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت میں کھیلتے رہے ان کا معیار زندگی اتنا بلند ہو گیا کہ خود ان کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔

مرزا صاحب کی شخصیت

اپنی جوانی کے زمانے میں مرزا صاحب صرع اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ کبھی کبھی وہ ہسٹریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریوں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں ایک دلیل بنا کر گھڑ لیا۔ انہوں نے لکھا۔

"دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی، تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔"

(ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان۔ قادیان ماہ جون۔ ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجہ میں نہ بول سکتے تھے مثلاً ق اور ک کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ (الفضل مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء)

ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے۔ ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔ بڑے وجیہہ انسان تھے۔ سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں۔ بہشتی مقبرے کے قریب بیٹھے تھے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے۔

"مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔ میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ اصل میں آمدنی کم تھی۔ بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا اس لئے یہ دکان کھول لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔ پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں۔"

(تقریر مرزا بشیر الدین محمود جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء۔ مطبوعہ الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا ایک خشک اور غیر دلچسپ شغل ہوتا ہے کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔ مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا پھسپھسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانۂ وسطیٰ کی تحریروں کی طرح تھی۔ وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے

قادیانیت کا گہرا مطالعہ کرنے والے فاضلین نے مرزا صاحب کے دعووں کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔ اس دور میں مرزا صاحب نے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ایک مقامی مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ ایک ایسا مبلغ جو شمالی پنجاب میں عیسائی مشنریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سماجی ودوانوں سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲۔ دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے اہم کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تجدید دین کا یہ منصب انہیں مثیل مسیحا کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔ مثیل مسیحا ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳۔ ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دور ہے جس میں انہوں نے مسیح موعود یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اور آپؐ کے زیر سایہ ہو۔

۴۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور ہے جس میں انہوں نے دعوائے نبوت کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الجھے ہوئے اور اتنے متنوع ہیں کہ الجھاووں کے اس ڈھیر کو سائنسی اور دانشورانہ تحریروں کے قالب میں ڈھالنا انتہائی مشکل کام ہے۔ دعوے بسا اوقات باہم دگر ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، تاہم ان کی تحریروں کا مفصل جائزہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ان کے دعووں کو مختصراً مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں۔

۱۔ نبوت کا دعویٰ
۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کا دعویٰ
۳۔ تمام انبیاء سے برتری کا دعویٰ
۴۔ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ
۵۔ ناسخ جہاد ہونے کا دعویٰ

اس مختصر سے مقالے میں ہمارے لئے ان تمام دعووں کا مفصل جائزہ اور محاکمہ مشکل ہے۔ لہٰذا یہاں ہم اپنے آپ کو نبوت کے دعووں کے جائزے تک محدود رکھتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کا دعوائے نبوت

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں مرزا غلام احمد نے ابتداء میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی نوعیت کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز ختم نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزلِ مقصود تک بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور کئی متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بالآخر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں ہم ان کے لاتعداد شذرات میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں اور کس کس انداز سے کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں :-

" ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اپنے آپ کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں یہ تو چوڑے چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیش گوئیاں ہوں ۔۔۔۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امرِ حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہیں ہونا چاہیئے۔

(حقیقت النبوۃ ؛ مرزا بشیر الدین محمود۔ اقتباس از اخبار بدر، قادیان۔ مؤرخہ ۵ رمارچ ۱۹۰۸ء)

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی ایک تالیف حقیقت النبوۃ میں مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں نہایت صریح اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے "شریعتِ اسلام کے مطابق لفظ نبی کی جو تشریحات کی گئی ہیں ان کی روشنی میں حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) حقیقی نبی ہیں نہ کہ محض اصطلاحی۔ (حقیقت النبوۃ مرزا بشیر الدین محمود۔ ص ۷۴)

زندگی کے دوسرے دور میں بھی جب مرزا صاحب نے اپنے دعووں کو مجددیت تک محدود رکھا۔ ان کی تحریروں میں مستقبل کے دعووں کی کچھ کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ازالہ اوہام میں وہ لکھتے ہیں :-

"مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔

(ازالہ اوہام از مرزا غلام احمد۔ ص ۷۰)

بعض دیگر پیراگراف بھی ان کی کتابوں میں ملتے ہیں جو ان کے دعووں کے دوسرے ارتقائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کا بڑا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مجدد ہیں یا مثیلِ مسیح ہیں لیکن آئندہ آنے والے مزید دعاوی کی ابتدا ان میں بخوبی نظر آتی ہے۔ خود وہ لکھتے ہیں :-

"اور مصنف (مرزا غلام احمد) کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت (دین کی تجدید کرنے والا) ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابنِ مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہ شدت مناسبت و مشابہت ہے" (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد اوّل)

اسی طرح مثیلِ مسیح ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" مجھے مسیح ابنِ مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے"

(اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد دوم۔ ص ۲۱۔ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مثیلِ مسیح سے ترقی کر کے وہ مسیح موعود بن گئے اور انہوں نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ پہلے وہ اپنے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھے تھے۔ وہ لکھتے ہیں :-

" مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا ہے"

(کشتی نوح۔ از مرزا غلام احمد ص ۴۷)

" اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابنِ مریم ہے جو آنے والا تھا اور جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک نافہمی سے ہے"

(کشتی نوح۔ از مرزا غلام احمد ص ۴۸)

مرزا صاحب نے صرف تمثیلِ مسیح اور مسیح موعود بننے پر اکتفا کیا بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو مریم بھی پایا۔ کشتی نوح ہی میں وہ رقم طراز ہیں :-

" سوچو کہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی۔ مگر اس نے براہین احمدی کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر ۔۔۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہینِ احمدیہ کے حصے چہارم میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اسی طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہینِ احمدیہ کے وقت میں اس سرِ خفی کی مجھے خبر نہ دی"

(کشتی نوح۔ از مرزا غلام احمد۔ ص ۴۶)

بعض اوقات قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا استعاراتی رنگ میں نبی تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز یعنی عکس تھے۔ جہاں تک بروزی نبوت کا تعلق ہے ایک کامل، مکمل اور حقیقی نبوت اور بروزی نبوت میں کوئی تفاوت نہیں۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بروزی نبی تھے۔ (استغفر اللہ) اور وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بروز تھے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں ایک مقام (ص ۹۷) پر انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا ہے "کیا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز (عکس) ہونے کی بنا پر نبی نہیں تھے؟

ختم نبوت سے صریحی انکار

ختم نبوت سے صریحی انکار کے لئے مرزا غلام احمد عجیب وغریب دلیلیں لاتے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں:۔

"محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بکلی بند نہیں ہوا کیونکہ باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی الٰہی بند نہیں ہوا"

(تشحیذ الاذہان۔قادیان نمبر ۸۔جلد ۱۲ اگست ۱۹۱۷ء)

"اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے۔نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے"

(چشمہ مسیحی۔مرزا غلام احمد قادیانی۔ص ۴۱)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو احسان کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے"

(اخبار الفضل۔قادیان جلد ۲۷، نمبر ۲۱۸
۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

"اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا صاحب) کا نام اسی لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے"

(ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقت الوحی۔ص ۱۶)

مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے سلسلے میں اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لئے نہایت گستاخانہ انداز بیان بھی اختیار کیا ہے جو اہانت رسول سے کم نہیں۔مثلاً وہ لکھتے ہیں:۔

"وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی قوتوں کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۹۔ از مرزا غلام احمد)

"اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے... کہ مان لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا فیضان ناقص اور آپ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر چل کر انسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات نہیں پا سکتا...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔اب بتاؤ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک) اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی مردود ہے"

(حقیقت النبوۃ۔ص ۱۸۶۔ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں"

(انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۶۵)

"اگر کوئی شخص متقی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا... روز روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، زرتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ غیر نبی کا غیر نبی رہے"

(حقیقت النبوۃ۔مرزا بشیر الدین محمود۔ص ۱۹۸)

دوسرے انبیاء سے مقابلہ

مرزا صاحب کا ایک عجیب وغریب دعویٰ یہ ہے کہ ان کا روحانی قد وقامت دیگر انبیاء سے کہیں بلند ہے۔اس قسم کے دعووں کی مثالیں دینے کے لئے ہم مرزا صاحب کی تحریروں میں سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا"

(حقیقت الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی۔ص ۱۵۲)

"اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے، لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے"

(چشمہ معرفت از مرزا غلام احمد قادیانی۔ص ۳۱۷)

"خدا نے میرے ہزارہا نشانوں میں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے"

(تتمہ حقیقت الوحی۔مرزا غلام احمد۔ص ۱۴۸)

"خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو

خاتم النبیین اور رحمۃ للمرسلین کا بروز بنایا اور بھید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ آخری زمانہ میں خاتمِ خلفاء ہوگا۔" (خطبۃ الہامیہ از مرزا غلام احمد، ص ۱۶۷)

"دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہینِ احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول سب نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔"

(تتمہ حقیقت الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی، ص ۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد اور واحد وجود ایسا بھی ہوگا جو آپ کے اتباع سے تمام انبیاء کا واحد مظہر اور بروز ہوگا اور جس کے ایک ہی وجود سے سب انبیاء کا جلوہ ظاہر ہوگا اور وہ حسبِ ذیل کلام سے اپنے نطقِ حقیقت کو بیان فرمائے تو کچھ خلاف نہ ہوگا۔ یعنی

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

اور یہ کہ

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اور یہ کہ

منم مسیحِ زمان و منم کلیمِ خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

بعض دلچسپ اور عجیب و غریب تاویلات

احادیثِ نبویؐ میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کار "الدجال" کے فتنۂ عظیم سے نجات دلائیں گے لیکن مرزا صاحب اس حدیث کو مضحکہ خیز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دعوں کے مطابق ان پر یہ الہام نازل ہوا ہے کہ دمشق سے مراد اصلی شہر دمشق نہیں بلکہ اس سے ایک ایسا مقام مراد لیا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اپنے مذہبی رویّہ کے اعتبار سے یزید کے کردار کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق دمشق کے لوگوں کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کے لئے کوئی محبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنے اوہام اور سفلی خواہشات کے تابع ہیں۔ وہ نفسِ امارہ کے مطیع ہیں اور روحانی کی ان کے دل میں کوئی قدر نہیں۔ وہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ سب خصوصیات دمشق کے لوگوں کی ہیں۔ اللہ نے مرزا غلام احمد پر وحی نازل فرمائی کہ قادیان کے لوگوں کی ایسی ہی خصوصیات ہیں۔ لہٰذا قادیان دمشق کا مثیل ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا تھا۔ (مفہوم از حاشیہ ازالۃ الاوہام۔ صفحات ۶۳ تا ۷۲)

قادیان اور دمشق کو ایک قرار دینے کے بعد مرزا صاحب اپنے مسیح ابنِ مریم ہونے کی عجیب و غریب تاویل کرتے ہیں، جس میں پہلے وہ اپنے آپ کو مریم تصور کرتے اور پھر حضرت عیسیٰ کی روح اپنے اندر پھونکے جانے کا ماجرا بیان کرتے ہیں جس کا حوالہ اس سے پہلے آ چکا ہے۔

گذشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیین کی تمام دنیا میں مسلّم تشریح اور تعبیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا یہی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آرا ہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانۂ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران اُمتِ مسلمہ نے ایسے کسی آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔

نئے دعوائے نبوت کے نتائج و اثرات

نبوت کے دعوے کے مضمرات میں سے ایک حتمی چیز یہ ہے کہ جو شخص کسی مدّعی نبوت کی صداقت کا منکر ہو وہ خود بخود کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے قادیانیوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے کھلے الفاظ میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے دعوائے نبوت پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ اس سلسلے میں بعض متعلقہ تحریروں کے اقتباسات حسبِ ذیل ہیں:-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت از میاں محمود احمد، ص - ۳۵)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا۔ یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل۔ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳۔ جلد ۱۴ - ص ۱۱۰)

قادیانیت اسلام کے خلاف ہے

قادیانی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہِ اختلاف صرف مرزا غلام احمد کی نبوت ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز باقی مسلمانوں سے مختلف ہے۔ اپنی ایک تقریر میں جو الفضل کے ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں "مسلمانوں سے اختلاف" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"

اسی طرح اپنی ایک تقریر میں جو اخبار بدر میں مؤرخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء کو شائع ہوئی مرزا بشیر الدین محمود نے احمدیت اور اسلام کے مختلف ہونے کے بارے میں کہا۔

"تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی (مرزا صاحب) کو ماننے والے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت (مرزا صاحب) کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی اور غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ تم کونسا

اسلام پیش کرو گے۔ کیا جو تمہیں خدا نے نشان دیئے، جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے۔"

نئے مذہب کے مضمرات

قادیانیوں نے اس ہمہ گیر قسم کے اختلاف کو اپنے منطقی نتائج کی آخری حد تک پہنچایا اور باقی مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے اور اپنے آپ کو ایک علیٰحدہ امت کے طور پر منظم کیا۔ قادیانیوں کے لٹریچر سے مندرجہ ذیل شہادت اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔"

(انوارِ خلافت۔ مجموعہ تقاریر مرزا بشیر الدین محمود۔ ص ۸۹)

"سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو خدا نے بتایا ہے کہ احمدیوں پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی احمدی ان تینوں قسم کے لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کے عمل حبط ہو جائیں گے اور اس کو پتہ بھی نہیں لگے گا۔

(اخبار الفضل قادیان۔ جلد ۸۔ نمبر ۳۱۔ مؤرخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔"

(انوارِ خلافت۔ ص ۹۰۔ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان)

غیر احمدی سے رشتے کی ممانعت

مرزا غلام احمد نے ایک قادیانی کے خلاف جس نے ایک غیر قادیانی کو اپنی بیٹی نکاح کر کے دی تھی سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ ایک اور شخص نے بار بار اسی طرح کی اجازت چاہی اور بیان کیا کہ اسے حالات کا دباؤ ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے لیکن مرزا صاحب نے اس سے یہی کہا کہ اپنی لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد اس نے لڑکی غیر احمدیوں میں دے دی تو مرزا صاحب کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین نے اس شخص کو امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔

(انوارِ خلافت از میاں بشیر الدین محمود۔ ص ۹۲، ۹۳)

مرزا صاحب نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک روا رکھیں جس طرح کا سلوک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ ان کی نمازیں غیر قادیانیوں سے الگ کر دی گئی ہیں۔ انہیں اپنی بیٹیاں مسلمانوں کے نکاح میں دینے سے منع کیا اور کسی قادیانی کو کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (اس ضمن میں چوہدری ظفر اللہ کا کردار تمام دنیا کو معلوم ہے کہ انہوں نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں بھی شمولیت نہ کی حالانکہ وہ موقع پر موجود تھے۔)

مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں :۔

"غیر احمدی سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کے لئے اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود کو بھی سلام کیا۔

(کلمۃ الفصل از بشیر الدین محمود مطبوعہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳ جلد ۱۴۔ ص ۱۶۹)

سامراجیوں کے ساتھ وفاداری

تحریک قادیانیت کی ابتدا ہی سے قادیانی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک نئی نبوت کا دعویٰ کسی آزاد اسلامی مملکت میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان کبھی اس قسم کے دعوے کو گوارا نہیں کر سکتے اور اس قسم کی سرگرمیوں کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے جس سے امت کے استحکام کو نقصان پہنچے۔ وہ اس سلوک کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو ابتدائے اسلام سے آج تک کذابوں یعنی نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ روا رکھتے چلے آئے ہیں۔ وہ تاریخ اسلام کے حوالے سے جانتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹے ادعائے نبوت سے پیدا ہونے والے نئے فرقوں کو اسلامی دنیا میں کبھی پھولنے پھلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا ان کو کبھی یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ دنیا کے کسی آزاد مسلم معاشرے میں ان کی اس نئی نبوت کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کی یہ نئی نبوت کسی غیر مسلم حکومت کے اندر ہی نشوونما حاصل کر سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تمام اسلام دشمن قوتوں کو اپنی پوری وفاداری کا یقین دلاتے رہے ہیں۔ نام نہاد اسرائیلی فوج کے اندر اس کا دیوداب ایک کھلا راز ہے۔ اسرائیل کے اندر ان کا ایک مستقل دفتر قائم ہے۔ یہ بات ان کے مفادات کے عین مطابق ہے کہ مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کی ایڑیوں کے نیچے رہیں اور صرف اسی صورت میں انہیں کھل کھیلنے کے مواقع نصیب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی سرگرمیوں کے شکار صرف معصوم اور ناخواندہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلم عوام غیر مسلموں کے تسلط کے تحت ہی رہیں تاکہ وہ ان مسلمانوں کا اچھی طرح استحصال کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہمیشہ غیر مشروط اور پُرخلوص وفاداری کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں، جبکہ ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست ان کے لئے کبھی خوشی کا باعث نہیں رہی۔

مندرجہ بالا حقائق کے اثبات کے لئے مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کے چند در چند بیانات میں سے اقتباسات دیئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

"اس گورنمنٹ کا ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس (برطانوی حکومت) کے خلاف کوئی خیال اپنے دل

میں رکھیں :۔

(مرزا غلام احمد قادیانی۔ ملفوظات احمدیہ جلد اول ص ۱۴۶)

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں کیونکہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۶۹۔ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"یہ سوچ کر اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ۔ پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ اس کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنتِ انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت بھی تمہیں نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔ سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سنو! انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم جان و دل سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔"

(اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت' اشتہار من جانب مرزا غلام احمد قادیانی۔ مطبوعہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰۔ ص ۱۲۳)

سامراجی طاقت کے ساتھ وفاداری

لاتعداد مواقع پر مرزا غلام احمد نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنی گہری وفاداری اور خلوص کا اظہار کیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ کیسے فخریہ انداز میں اپنے آپ کو برطانوی استعمار کا قدیمی خیرخواہ کہتے ہیں۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے آپ کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا کہتے ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی بعض تحریروں کے اقتباسات دیتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ استعمار پسندوں کے کتنے گہرے وفادار رہیں۔

مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک عرضداشت جو ہز ایکسیلنسی لیفٹیننٹ بہادر بھیجی گئی (جس کا متن تبلیغ رسالت جلد ہفتم مطبوعہ فاروق پریس قادیان اگست ۱۹۲۲ء میں ہے) دلچسپ ہے۔ اس عرضداشت میں انہوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنے خاندان کی گہری وفاداری ان تعریفی سندات کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کمشنر لاہور ڈویژن، فنانشیل کمشنر پنجاب اور دیگر برطانوی افسروں نے اُن کے والد غلام مرتضیٰ کو برطانوی حکومت کی خدمات سرانجام دینے کے عوض عطا کی تھیں۔ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کی وفادارانہ خدمات بھی گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیرخواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں ... اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن و امان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۰۔ مؤلفہ قاسم علی قادیانی)

اس کے علاوہ وہ فخریہ انداز میں ان بے شمار کتابوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی حمایت میں لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں جو اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

(تریاق القلوب۔ ص ۱۵۔ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیرخواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرفِ زرِ کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار کر رہے ہیں کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جاں نثار۔"

(عریضہ بہ عالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی۔ منجانب مرزا غلام احمد قادیانی۔ مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد ششم۔ ص ۶۵۔ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)

"میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے دوسرے

اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں مجھے پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے ... سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔"

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی ۔ مصنفہ مرزا صاحب موصوف)

پاکستان کے اندر قادیانی ریاست کے لئے منصوبہ

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے گھناؤنی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے جس کے کرتا دھرتا قادیانی ہوں۔ مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاٹ کر ایک قادیانی ریاست قائم کی جائے۔ قیام پاکستان کے ایک سال ہی کے اندر قادیانیوں کے سربراہ نے ۲۲ جولائی ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں ایک تقریر کی جو ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے "الفضل" میں شائع ہوئی۔ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے پیروؤں کو مندرجہ ذیل نصائح دیں۔

"برطانوی بلوچستان جسے اب پاک بلوچستان کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی کل آبادی پانچ لاکھ ہے۔ اگرچہ اس صوبہ کی آبادی دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے لیکن ایک اکائی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ایک مملکت میں اس کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے ایک معاشرے میں ایک فرد کی۔ اس کی مثال کے لئے آدمی امریکہ کے دستور کا حوالہ دے سکتا ہے۔ امریکہ میں ہر ریاست کو سینٹ میں برابر نمائندگی ملتی ہے۔ چاہے کسی ریاست کی آبادی دس ملین ہو یا ایک سو ملین۔ مختصر یہ ہے کہ اگرچہ پاک بلوچستان کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے یا ریاستوں کی آبادی ملا کر دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک یونٹ کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنانا آسان ہے۔ اس لئے اگر قوم پوری طرح اس معاملے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں ہمارا تبلیغی مشن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ہمارا ایک مضبوط اڈہ نہ ہو۔ تبلیغ کے لئے ایک مضبوط اڈہ ابتدائی ضرورت ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کو سب سے پہلے اپنے اڈے کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ کسی مقام پر اپنا اڈہ بنایئے۔ یہ اڈہ کہیں بھی ہو جائے۔ اگر ہم اس سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو ہم کم از کم ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکتے ہیں اور یہ کام بآسانی کیا جا سکتا ہے۔"

یہ تقریر اپنی تشریح خود کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح قادیانیوں نے پاکستان کے اندر سے اپنا ایک ملک تراشنے کا منصوبہ بنایا تھا جیسا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو کاٹ کر اپنی ایک امت بنالی تھی۔

قادیانیت کے خلاف ردِ عمل

جب سے مرزا غلام احمد کی تحریروں میں انحراف کے اوّلین آثار نظر آنے لگے۔ بیشتر مسلمانوں نے واضح طور پر اس بات کا اظہار کر دیا کہ مرزا اور ان کے پیرو کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ باقی علماء کے مقابلے میں علامہ اقبال ان پر زیادہ سختی سے معترض تھے۔ وہ انہیں اسلام کا غدار کہتے ہیں۔ اگرچہ علمائے دین کا ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جس نے مرزا کے ارادوں کو ان کے مذہبی منصب کو ابتداء ہی میں بھانپ لیا تھا۔ تاہم بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں عام لوگوں نے ان کے حتمی ارادوں کو سمجھا۔

علماء اپنی دینی بصیرت کے بل بوتے پر قادیانی مسئلہ کو مذہبی ہتھیاروں سے حل کرنے میں مصروف تھے کیونکہ ان کی نگاہ میں ایک خالصتاً مذہبی تحریک تھی اور وہ اس کے مقابلے کے لئے ویسے ہی ہتھیار لے کر میدان میں اترے تھے۔ غالباً علامہ اقبال پہلے شخص تھے جنہوں نے اس تحریک کے چہرے سے نقاب اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ بانی تحریک کے الہامات کی با احتیاط نفسیاتی تحلیل شاید اس کی شخصیت کی اندرونی زندگی کے تجزیے کے لئے مؤثر ثابت ہو سکے۔ قادیانی تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کی مذہبی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی محکومی کے لئے ایک الہامی بنیاد مہیا کی جائے۔ قادیانیوں کے سیاسی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "یہ بات بھی اتنی ہی درست ہے کہ قادیانی بھی ہندی مسلمانوں کی سیاسی بیداری پر پریشان ہو رہے ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندی مسلمانوں کے سیاسی وقار میں اضافہ ان کے اس ارادے کو کہ وہ رسولِ عربی کی اُمت میں سے ہندوستانی نبی کی اُمت تراش لیں یقیناً ناکام بنا دے گا۔"

شاید علامہ اقبال ہی تھے جنہوں نے پہلی بار اس مسئلے کا آئینی حل تجویز کیا۔ ایک استعماری قوت کی حاکمیت کے ان دنوں میں اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی حل ممکن نہ تھا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا: "ہندوستان کے حکمرانوں کے لئے بہترین طریقِ کار میرے خیال میں یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دے دیں۔ یہ بات خود قادیانیوں کے اپنے طریقِ کار کے عین مطابق ہوگی اور ہندوستانی مسلمان ان کو ویسے ہی برداشت کر لیں گے جیسا کہ وہ باقی مذہبوں کے پیروؤں کو برداشت کرتے ہیں۔"

علامہ اقبال کا تجویز کردہ حل جلد ہی ہندی مسلمانوں کا ایک مشترکہ مطالبہ بن گیا لیکن اس کا امکان نہ تھا کہ برطانوی حکومت اسے قبول کر لے کیونکہ قادیانیت کی تحریک خود بانیٔ تحریک کے الفاظ میں "حکومتِ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تھی۔"

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے قادیانیوں کے حق میں بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔ انہیں پاکستان آنے اور قادیان سے اپنا مرکز ربوہ منتقل کرنے کی اجازت دے دی گئی ان کے ممتاز رہنما سر ظفر اللہ کو وزارتی منصب عطا کیا گیا لیکن اس مشفقانہ اور کھلے دل کے رویئے کے باوجود جو حکومت اور عوام کی طرف سے روا رکھا گیا، قادیانیوں نے اپنی معاندِ اسلام سرگرمیوں سے اجتناب نہ کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہنے کا عمل جاری رکھا یہاں تک کہ سر ظفر اللہ نے بابائے قوم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کے غلط عقائد کے مطابق قائداعظم مسلمان نہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد چند ہی سال کے دوران جب قادیانیوں نے مسلمانوں کو جارحانہ انداز میں تبدیلیٔ مذہب پر مائل کرنے کی کوششیں شروع کیں تو ان کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک شروع ہو گئی جس نے بدقسمتی سے تشدد کا راستہ اختیار کر لیا اور بالآخر ۱۹۵۳ء میں صوبۂ پنجاب میں مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوا۔ اگرچہ تحریک کو مارشل لاء کے نفاذ سے دبا دیا گیا لیکن مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اس مسئلہ نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ واریت کا زہر گھولنا شروع کر دیا۔ اس اثنا میں قادیانیوں نے بیرونِ ملک وفود بھیجنے شروع کر دیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مراکز قائم کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مراکز افریقہ، یورپ اور شمالی و جنوبی امریکہ کے ملکوں میں قائم کئے لیکن چونکہ عددی اعتبار سے کہیں بھی

وہ نمایاں قوت نہیں تھے جبکہ پاکستان میں ان کی تعداد قابلِ لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جمائے ہوئے تھے۔ اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیا گیا اور افغانستان، ترکی، مصر، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات اور دیگر مسلم ممالک میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔

بالآخر ۱۹۷۴ء میں پاکستان نے بھی وہی راستہ اختیار کیا اور ایک ملک گیر عوامی تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق (۳) کا اضافہ کیا گیا۔ اس نئی شق کی عبارت درج ذیل ہے۔

"(۳) کوئی شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو جو خدا کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی تسلیم کرے یا مذہبی مصلح مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

قومی اسمبلی نے ضابطہ فوجداری پاکستان میں بھی ترمیم کی اور اس ضابطہ کی دفعہ ۲۹۵-الف کی تشریح میں مندرجہ ذیل اضافہ کیا۔

تشریح :- کوئی مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف جیسا کہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) میں اس کا تعین کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔

قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے یہ سفارش بھی کی کہ متعلقہ قوانین میں آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے ترامیم کر دی جائیں۔

بلاشبہ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے اصولی طور پر اس ایک سو سال کے پرانے مسئلہ کو حل کر دیا لیکن آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے اب تک ترامیم نہ کی گئی تھیں۔ اس سے قادیانیوں کے لئے گنجائش پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو ایسے انداز میں جاری رکھ سکیں جو آئینی ترامیم کی روح کے بالکل منافی تھا۔ اس سے آئینی ترمیم کے نتائج کو بالکل صفر کے برابر کر دیا۔

موجودہ حکومت کے لئے باعثِ اعزاز ہے کہ اس نے ہمارے دین کی بنیادی تعمیر کو محفوظ رکھنے کے لئے اس سمت میں ایک اہم اور دلیرانہ اقدام کیا۔ صدر مملکت نے ابھی حال ہی میں ایک آرڈی ننس نافذ کیا ہے تاکہ قانون میں مناسب تبدیلی لائی جائے جس سے قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور دیگر احمدیوں کو مخالفانہ اسلام سرگرمیوں میں مشغول ہونے سے روکا جائے۔ یہ آرڈی ننس مندرجہ ذیل قانونی وسائل مہیا کرتا ہے۔

ایکٹ ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ میں دفعہ ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ

۲۹۸-الف ایسے القابات، تعریفات اور خطابات وغیرہ کا غلط استعمال جو بعض مقدس ہستیوں اور مقامات کے لئے مخصوص ہیں

(ا) قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت کے۔

الف۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو بذریعہ اشارت یا بطور مخاطبت "امیر المومنین" "خلیفۃ المسلمین" "صحابی" یا رضی اللہ عنہ کہے۔

ب۔ کسی فرد کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ کے سوا اشارت یا اسے مخاطب کرتے ہوئے "ام المومنین" کہے۔

ج۔ کسی فرد کو ماسوائے اہل بیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بذریعہ اشارت یا مخاطبت "اہل بیت" کہے۔

د۔ اپنی جائے عبادت کو بذریعہ اشارت یا نام دے کر "مسجد" کہے۔ کسی ایک طرح کی (سادہ یا باشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا جو تین سال تک کے لئے ہو سکتی ہے۔ نیز سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲- کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھنے والا ہو اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت اپنے مذہب کی عبادت کے لئے بلانے کے طریقے کو اذان کہے یا مسلمانوں کے انداز میں اذان کہے کسی طرح کی (سادہ یا باشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸-ج۔ <u>قادیانی گروہ وغیرہ کا کوئی فرد جو خود کو مسلمان کہتا ہو یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرتا ہو۔</u>

کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہو اگر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کہے یا بطور اسلام اس کا حوالہ دے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرے یا دوسروں کو بذریعہ الفاظ تقریری یا تحریری یا مرئی علامات سے کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرے، دونوں میں سے کسی ایک طرح کی سزائے قید کا مستوجب ہوگا جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے۔ نیز سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

●●●●●

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

ایسا بھی ہوتا ہے!

بھری محفل میں کھل جائے بھرم ایسا بھی ہوتا ہے
"تری تمکین بے حد کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے"
گیا تھا قتل کرنے وہ جسے، بیوی بنا لایا
"ستم ہو جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے"
جھلک نوٹوں کی دی تو جیل سے اس نے بھگا ڈالا
تری مکار دنیا میں صنم ایسا بھی ہوتا ہے
کسی کے واسطے پانی نہ چھڑکاؤ گلی میں تم
پھسل جاتا ہے اپنا ہی قدم ایسا بھی ہوتا ہے
سرِ کہسار جو راہب تھا وہ بھی بن گیا شوہر
دیارِ عشق میں پیرِ حرم ایسا بھی ہوتا ہے
یوں لگتا ہے کہ جیسے جاں کنی کا وقت آپہنچا
قوالی میں سُروں کا زیر و بم ایسا بھی ہوتا ہے
پریشاں ہو نہ اے تائب کہ جو بکنے لگی ڈگری
فروغِ علم میں اے محترم ایسا بھی ہوتا ہے

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے

میرا افسانہ ○ ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح ○ آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

مولانا مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ

میرا محبوب ساتھی

چودھری افضل حق پولیس کی نوکری کرتے کرتے جلسوں کی رپورٹیں لینے پر مامور ہوئے۔ لدھیانہ کا شہر مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم اور ان کے خاندان کے مذہبی اثرات کی وجہ سے قومی اور مذہبی تحریکوں کا گہوارہ تھا۔ چودھری صاحب نوٹ لینے گئے اور چوٹ کھا کر رہ گئے۔ تقریریں سنتے سنتے دل بھر آیا، بلکہ اُبھر آیا، وردی رُوح کو بھینچنے لگی۔ فرنگیوں کی بیدردی کی داستان نے ترکوں سے ہمدردی پیدا کی۔ نوکری کو خیر باد کہہ کر ۱۹۲۱ء کی تحریک ترکِ موالات میں شامل ہو کر جیل چلے گئے۔

سنہ ۱۹۱۱ء میں میں بٹالہ سے دسویں جماعت کا امتحان پاس کر کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ نئے نئے دوستوں سے ملاقاتیں ہونے لگیں، جن میں سیکنڈ ایئر کلاس کا ایک مشکل میں پھنسا ہوا طالب علم بھی تھا جسے اپنی مشکل بیان کئے بغیر گزارہ نہ تھا۔ تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ ضلع ہوشیار پور کے قصبہ گڑھ شنکر کے ایک چودھری صاحب ہیں جن کا نام افضل حق ہے، حق تو یہ ہے کہ اس افضل نے اپنی خصوصیات میں افضل ہونے کا ثبوت اپنی اس وقت کی مشکل بیان کرنے میں بھی دیا۔ اس زمانے میں کالج میں داخل ہونے والوں کے لئے ایک مشکل یہ تھی کہ انگریزی کے ساتھ حساب بھی ایک لازمی مضمون تھا اور کوئی سائنس کی تعلیم حاصل کرنا چاہے یا آرٹ کی تو اسے حساب بلکہ حسابیات کا مضمون لازماً لینا پڑتا تھا۔ ہمارے چودھری صاحب کئی مضامین میں کمال حاصل کر سکتے تھے، لیکن حسابیات سے ان کو شغف نہ تھا۔ سبب دریافت کرنے کا ان کی زندگی میں کبھی خیال نہیں آیا۔ لیکن ان کی ذہانت اور محنت پسندی کے پیش نظر مجھے یقین ہے کہ اگر حساب کے مختلف شعبوں میں ان کو شاگرد کی اُفتادِ طبیعت سمجھنے والے اُستاد ابتداء میں مل جاتے تو وہ سیکنڈ ایئر کلاس میں اپنے آپ کو یوں مصیبت کا شکار نہ پاتے۔ انہوں نے

مجھے کہا کہ تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں حساب خوب آتا ہے۔ مگر میں کیا کروں؟ ——؟ اور بہت سے مضمون خوب پڑھ سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن یہ الجبرا، یہ جیومیٹری، یہ ٹرگنومیٹری میرے لئے معمہ ہیں۔ کوشش کرتا ہوں۔ لیکن ان کے الجھاؤ کو سلجھانا میرے بس کی بات نہیں۔ امتحان سر پر آ رہا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ میں ایف اے کا امتحان اس وقت تک پاس نہیں کر سکوں گا۔ جب تک حسابیات کا دھندا کالج کی تعلیم کے لئے لازمی ہے۔

امتحان آیا اور گزر گیا۔ لوگ کالج میں داخل ہونے کو پھر آ گئے کوئی اس جماعت میں داخل ہوا۔ اور کوئی بی اے میں داخل ہونے کو آیا۔ مگر چودھری صاحب واپس نہ آئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ ایف اے میں پاس نہیں ہو سکے مگر دوبارہ امتحان دے کر کامیاب ہونے کی امید نہ ہو گی اس لئے وقت اور روپیہ بیکار ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہمارے باہمی تعلقات کوئی زیادہ نہ تھے اور باہم خط و کتابت بھی نہ تھی۔ اس لئے ہم دونوں نے اپنا اپنا راستہ اختیار کیا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ چودھری صاحب نے زندگی گزارنے کے لئے کیا روش اختیار کی۔ میں ۱۹۱۳ء میں ایف اے کا امتحان پاس کر کے بی اے کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں بی اے پاس کرنے کے بعد لاء کالج لاہور میں داخل ہوا۔ میرے والد وکالت کی تعلیم میرے لئے بہت پسند کرتے تھے۔ وہ میرے لئے ملازمت کے کچھ ایسے خواہاں نہ تھے۔ اس لئے ۱۹۱۷ء میں لاء کالج سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ۱۹۱۸ء میں وکالت کا کام بٹالہ میں شروع کیا۔ اسی سال دنیا کے ایک دور دراز حصے میں ایک انقلابی کیفیت پیدا ہوئی یعنی پہلی عالمگیر جنگ جو ۱۹۱۴ء سے چل رہی تھی۔ اس کا خاتمہ ترکی اور جرمنی کی شکست پر ہوا۔

قسطنطنیہ میں قصر خلافت کی شکست کی پریشانیوں اور انگریزی اور فرانسیسی فوجوں کے داخلے نے مسلمانوں کے دلوں میں عجب احساس رنج و الم پیدا کیا اور جب متکبر فاتحین نے ایسی خبروں کی اشاعت بھی مناسب سمجھی کہ خلیفۃ المسلمین کی ایک بہو کو گورے سپاہی سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے تو دلوں میں خون کھولنے لگا کہ یہ دن بھی آنے والے تھے ————

مسلمانوں کی سب سے بڑی بادشاہت (خود مسلمانوں کی) ہندوستانی اور عرب فوجوں کے ہاتھوں جو انگریز دل کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہی تھیں، تباہ و برباد ہوئی۔ ہندوستانی مسلمانوں اور ان کے ہم خیال رہنماؤں کو ہر حال انگریز کی فتح مطلوب تھی وہ اپنی غلامی کی زنجیروں کو سنہری اور روپہلی بنانے میں مصروف تھے مگر عربوں کے دلوں

میں کرنل لارنس اور برطانوی حکومت نے یہ اُمنگ پیدا کی کہ وہ انگریزوں کا ساتھ دے کر اپنے لئے آزادی کی تلاش کریں۔ چنانچہ شریف حسین اور اسکی اولاد۔ یعنی الملّۃ العنتقہ ملّتِ عربیہ زندہ باد کا نعرہ لگاتی ہوئی ترکوں کے خلاف نبرد آزما ہوئی۔ عراق میں بصرہ اور بغداد کی طرف سے انگریزی فوجیں ہندوستانی سپاہیوں کی آڑ میں آگے بڑھیں، عرب فوجیں مکہ اور مدینہ میں ترکوں کو کچلتی ہوئی جزیرہ سینائی کی طرف بڑھیں اور مصر کی جانب سے انگریزی اور ہندوستانی فوجوں سے مل کر فلسطین اور شام پر حملہ آور ہوئیں۔

یہ حالات تھے جنہوں نے میرے اور چودھری افضل حق صاحب کے مابین پھر سے تعلق پیدا کرنے کی راہ نکالی۔ حتیٰ کہ ۱۹۱۸ء میں ہم دونوں غیر متوقع طور پر ایک دوسرے کے سامنے آکھڑے ہوئے میں پٹیالہ سے آیا وہ گوجرانوالہ سے آئے۔ میں وکیل تھا' وہ تھانیدار تھے۔ انہوں نے پولیس کی ملازمت قبول کرلی تھی۔ جناب کی کمزوری پولیس کی سربراہی کے لئے مانع نہ تھی۔ وہ اپنے نئے فرائض انجام دے رہے تھے۔ میں وکالت میں مصروف ہو رہا تھا۔ مگر ۱۹۱۸ء کے دسمبر کے مہینے میں حکومت ہند نے جشنِ فتح منانے کا فیصلہ کیا۔ قادیانی اُمت کے ساتھ کئی مسلمان بھی تھے جو سقوطِ بغداد پر چراغاں کر چکے تھے۔ اب سب انگریز دوست عناصر برطانیہ کی فتح کی خوشی میں جشن منانے کی تیاریاں کرتے تھے کہ علماء کرام نے دلی اور دیگر مقامات پر جلسے کرکے اہلِ ملک کو جشنِ فتح کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین کی۔ بٹالہ کے مسلمانوں نے تقریر کے لئے جستجو کی تو انکی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی۔ میں نے کبھی تقریر نہ کی تھی مگر حکم ہوا کہ کچھ لکھ کر ہی پڑھ دو۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں —— چنانچہ میں نے لکھ کر چند صفحات کا ایک مضمون پڑھ کر سنایا اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔

۱۹۱۹ء کے ماہ اپریل میں ۶ر تاریخ کو جلسے کرنے کا حکم کانگریس نے گاندھی جی کی سرکردگی میں دیا۔ میں نے بھی ایک نظم پڑھی۔ امرتسر لاہور اور دیگر مقامات پر فسادات ہوگئے اور ۱۳ر اپریل کو امرتسر میں جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ بٹالہ اور گورداسپور سے کچھ وکیلوں اور رئیسوں کو پکڑ لیا گیا اور ۲ر مئی کو انہیں حراست میں لینے کے بعد لاہور بھیج دیا کہ مارشل لاء میں ہمارا بھی چالان ہوا۔ ۹ر فروری ۱۹۱۹ء کو جیل سے رہا کر دیئے گئے کیونکہ مارشل لاء گورداسپور میں نافذ نہ تھا، اور ہمارے خلاف کوئی قابلِ اعتبار شکایت نہ تھی۔

۱۹۲۰ء میں نوکریاں، وکالت اور تعلیم کو چھوڑ کر قومی کام کرنے کا پروگرام مجلس خلافت ہند اور کانگریس

نے شروع کیا۔ میں وکالت ترک کر کے قومی کام میں مصروف ہوا اور نومبر ۱۹۲۱ء میں سیالکوٹ میں ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری میں ایک تقریر کی بنا پر ماخوذ ہوا۔ میں نے ایک ہزار کی ضمانت حفظ امن نہ دی اور ایک سال قید کاٹی۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو ایک سال لاہور سنٹرل جیل میں گزار کر رہا ہوا۔ اور دفتر خلافت میں آیا ——— اسی طرح سے چودھری افضل حق صاحب سے بھی معلوم ہوا کہ وہ پولیس کی نوکری کرتے کرتے جلسوں کی رپورٹیں لینے پر مامور ہوئے۔ لدھیانہ کا شہر مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم اور ان کے خاندان کے مذہبی اثر سے قومی اور مذہبی تحریکوں کا گہوارہ تھا۔ چودھری صاحب نوٹ لینے گئے تھے۔ مگر چوٹ کھا کر رہ گئے۔ تقریریں سنتے سنتے دل بھر آیا۔ بلکہ اُبھر آیا۔ دردی رُوح کو بھینچنے لگی۔ فرنگیوں کی بے دردی کی داستان نے ترکوں سے ہمدردی پیدا کی۔ نوکری کو خیرباد کہہ کر ۱۹۲۱ء کی تحریک ترک موالات میں شامل ہو کر جیل میں گئے۔ انکی جیل کی کہانی اُنکی کتاب "دنیا میں دوزخ" کے اندر خوب بیان کی گئی ہے۔ جسے دلچسپی ہو اس کتاب کو پڑھ کر چودھری صاحب کے دردِ دل کا حال سن لے۔

جیل میں چودھری صاحب نے بھوک ہڑتال بھی کر دی۔ ان کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا مگر میری افتادِ طبیعت ایسی تھی کہ میں نے بھوک ہڑتال کو کبھی پسند نہ کیا۔ اس کے باوجود میرے معدے کی حالت ایسی خراب ہوئی کہ میں ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۵۱ء تک کبھی اطمینان سے کھانا نہ کھا سکا۔ تکلیف بڑھتی گئی حتیٰ کہ ۱۹۵۱ء میں موت کے دروازہ پر دستک دیتا ہوا بحکمِ الٰہی واپس لوٹا دیا گیا ہوں۔

چودھری صاحب کی طبیعت ۱۹۰۰ء میں ہیضہ کا صدمہ جھیل چکی تھی۔ قبض کی سخت اور دائمی شکایت تھی۔ بھوک ہڑتال نے اور خرابی کی ——— نتیجہ یہ ہوا کہ آخری دم تک قولنج اور دیگر امراض کا شکار رہے اور زندگی کا بہت سا حصّہ معدہ اور دیگر اعضاء کی خرابیوں سے مقابلہ کرنے میں بسر کیا۔

صحت کی خرابی اور کام کی کٹھنائیاں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ تاہم آپ نے ہمیشہ مردانہ وار مصائب کو دعوت دی اور برطانوی اقتدار کے خلاف جان سے ہاتھ دھو کر معرکہ آرائی کی۔ پُرامن تحریک میں بظاہر آسانیاں نظر آتی ہیں کہ جان کا فوری خوف نہیں ہوتا۔ لیکن جن کو تجربہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ "لایموت فیہا ولایحیٰ (نہ اس میں مرتا ہے نہ زندہ رہتا ہے) کی یہ کیفیت جسمِ انسانی سے زیادہ رُوحِ ایمانی کو کس طرح تڑپاتی ہے۔ رزق

کی تنگی میں خطرہ کو دعوت دیکر اہل وعیال کو مصیبت میں ڈالنا اور جیل خانوں میں سرکار کی مہمانی قبول کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن دوستوں کا ایک گروہ تھا جو مشکلات کو ڈھونڈ کر اپنا ساتھی بناتا تھا۔ اور برطانوی اقتدار سے ٹکرانے کے لئے ہر لحظہ ترکیبیں لڑاتا رہتا۔ چودھری صاحب نے اپنی خرابی صحت کے باوجود اس عارضہ میں محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ اور مختلف تحریکوں میں جیل یاترا کو بخوشی قبول کیا۔ ۱۹۳۰ء میں کانگرس نے سول نافرمانی شروع کی تو پنڈت مالویہ نے صدر کانگریس نامزد ہوتے ہی چودھری صاحب کو اپنی ورکنگ کمیٹی میں نامزد کیا۔

چودھری صاحب سے پہلے اجازت نہ لی گئی تھی۔ لیکن دلی میں بیٹھے ہوئے ہندو اور مسلمان لیڈروں کو امید تھی کہ گو یہ عزت افزائی محض کاغذی ہے اور چودھری صاحب کا کام فقط یہ ہوگا کہ وہ ایک دو سال کی جیل کو جائیں لیکن آپکی جرأت ایمانی اور وطن دوستی سے امید تھی کہ بے اجازت نامزدگی پر بھی آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ اور بطیب خاطر جیل جانے پر تیار ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے نامزد ہونے کی خبر پا کر بستر باندھا اور دلی کو گئے اور جاتے ہی گرفتار کر لئے گئے۔ کچھ روز دلی کے جیل میں پنڈت مالویہ جی اور سردار وٹھل بھائی پٹیل کے ساتھ رہے۔ مگر بعد میں گورکھپور جیل میں پنڈت گوبند ولبھ پنتھ۔ ڈاکٹر رفیع احمد قدوائی اور دیگر احباب کے ساتھ اسیری کے دن گزارتے رہے۔ دسمبر سن ۳۰ء میں مجھے ان کی ملاقات کے لئے گورکھپور کا سفر تند و تیز بارش کے زمانے میں کرنا پڑا۔ میرا وہاں کوئی واقف نہ تھا۔ ایک سرائے میں رات بسر کی۔ دن کو ملاقات کے لئے گیا تو جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے مجھے قیدیوں کے کمرے میں جا کر ملاقات کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ سب قیدیوں سے دو تین گھنٹے ملاقات ہوتی رہی۔ دن کا کھانا چودھری صاحب کے ساتھ ہی کھایا اور واپس آ کر شام کو پھر گاڑی پر سوار ہو کر لکھنؤ سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا۔

چودھری صاحب نے لالا جپت رائے کی اس نصیحت کو اپنایا تھا کہ ہمیں چار گھنٹے روز مطالعہ کرنا چاہیئے اور دو گھنٹے روز لکھنا چاہیئے۔ اس لئے وہ ہمیشہ مختلف کتابوں، رسالوں، رپورٹوں وغیرہ کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ اور جیل کے اندر اور باہر کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے ہوئے اپنی تعلیمی قابلیت کو ہر روز بہتر بناتے تھے۔ پنجاب کونسل اور اسمبلی میں ان کی تقریریں "مجاہد" اور دوسرے اخباروں میں انکی تحریریں "زندگی" "دنیا میں دوزخ"، محبوب خدا اور دیگر تصنیفات میں انکی مفکرانہ تقریریں انکی مجاہدانہ بے باکی ادیبانہ کاوش اور مصلحانہ نصیحت و فہمائش کی آئینہ دار ہیں۔

۱۹۳۹ء کے زمانہ میں مجھے ان کے ساتھ راولپنڈی جیل میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں شیخ حسام الدین

صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے گئے۔ وہاں چوہدری صاحب نے اچھوتوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرما اور (UNTOUCH HABILTY) یعنی اچھوت ادھار پر انگریزی میں کتاب لکھی جو انکی ترقی ادب پر دال ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ان کا وہ عمل مجھے یاد آتا ہے جو انہوں نے کانگریس کے اچھوت اُدھار کے سلسلے میں کانگریسیوں کو عملاً شکست دے کر ظاہر کیا۔ انہوں نے اپنی بارک کے مہتر کو کہا کہ آج تم نے میرے ساتھ ایک تھال میں کھانا کھانا ہے۔ ہندو کانگریسی تو جھاڑو مار کر اچھوتوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ مگر چودھری صاحب نے پلاؤ پکوا کر پہلے مہتر کو نہلا دُھلا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور ایک طشتری میں چاول لگا کر ایک چمچہ خود اُٹھایا اور ایک مہتر بھائی کو دیا۔ مہتر چمچہ اٹھاتا تھا مگر چاولوں تک پہنچانے سے گھبراتا تھا۔ ہندو اور مسلمان اور سکھ اس نقشہ کو دیکھ رہے تھے۔ آخر تاکید کے بعد اس نے چمچہ میں چاول بھرے لیکن منہ تک لے جانے سے گھبرایا۔ یہ اسے خود یقین تھا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ چودھری صاحب کی طشتری سے چاول لے کر اپنے منہ میں ڈالے۔ مگر دس منٹ کی کشمکش کے بعد آخر چمچہ اسکی زبان تک پہنچ گیا اور چاول اس کے حلق سے نیچے اُتر ہی گئے۔ لیکن کانگریسی ہندو میں یہ جان نہ تھی کہ وہ اس طرح اپنی پلیٹ میں صاف ستھرا چمچہ استعمال کر کے اپنے مہتر کو اپنے ہمراہ کھانے دے۔ جیل میں اس قدر عجیب چرچا تھا کہ افضل نے اچھوت اُدھار کا حق ادا کر دیا۔

اس آخری قید سے باہر آکر آپ فقط ایک برس زندہ رہے۔ انہیں خرابیٔ صحت کی بنا پر قبل از وقت رہا کیا گیا۔ میں پوری قید کاٹ کر رہا ہوا۔ مگر مجھے فخر ہے کہ میں اپنے اس محبوب ساتھی کے آخری ایام میں اسکی خدمت کرتا رہا۔ اور انکی حسرت بھری نگاہوں نے ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو جو آخری خاموش وصیت مجھے کی۔ میں نے اسے پورا کرنے کے لئے جو کچھ ہو سکا وہ کیا۔ کچھ کامیابی ہو چکی ہے —— مگر وہ جو کچھ چاہتے تھے۔ وہ ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا —— میں نہیں کہہ سکتا کہ ہماری زندگیوں میں ہم کچھ اور خدمت کر سکیں گے یا نہیں —؟ اور ہم روزِ محشر ان کی نگاہوں سے شرمندہ نہ ہوں۔

منقول از روزنامہ آزاد لاہور، ۳ فروری ۱۹۵۷ء

حفیظ رضا پسروری

گل شیر شہید کی یاد میں

محمد عمر فاروق صاحب کی تصنیف "مولانا محمد گل شیر شہید" کے مطالعہ سے ایمان پرور دور کی یاد اور شدت اختیار کر گئی جب مولانا مرحوم رہنمایانِ احرار کی معیت میں کلمۂ حق کہنے کا فریضہ انجام دے رہے تھے مولانا شہید کو دیکھنے اور سننے کا اتفاق ۴۵-۱۹۴۴ء میں ہوا۔

ایک دفعہ سیالکوٹ احرار کانفرنس کے موقع پر جب دوست اُنہیں تلاش کر رہے تھے تو وہ کانفرنس کے پنڈال سے ملحقہ مسجد میں شاعر احرار مہر عبدالرحیم جوہر جہلمی (جن کا مزاج، اخلاص اور افلاس حضرت مولانا شہید سے ملتا جلتا تھا اور دونوں میں بہت محبت تھی) کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دوسری بار ۸-۹- اپریل ۱۹۴۴ء کو پراونشل احرار کانفرنس فیروز پور کے موقع پر جو حضرت مولانا عبدالقیوم پوپلزئی (پشاور) کی صدارت میں ہوئی۔ اس کے چند ہفتوں بعد مولانا شہید کر دیئے گئے۔ میں اُس زمانے میں احرار سٹوڈینٹس فیڈریشن (سیالکوٹ۔ پسرور) کا نمائندہ تھا اور جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ، چوہدری شمس الحق، چودھری احمد سعید اختر، منظور احمد بھٹی مرحوم (سیالکوٹ)، ملک عبدالرؤف صاحب (ملتان)، صاحبزادہ خالد حسن مرحوم (آکو مہار شریف)، خاقان بابر ایڈووکیٹ (لاہور) کی قیادت و معیت میں تعلیم کو ثانوی درجہ دے کر شب و روز مجلسِ احرار کے لئے کام کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں دہلی جانا ہوا تو وہاں مجلس احرار نے احرار کیلنڈر شائع کیا تھا جو اس سے پہلے ۱۹۴۵ء میں حافظ علی بہادر مرحوم مدیر "ہلالِ نو" بمبئی شائع کر چکے تھے۔ اس کیلنڈر میں دیگر احرار رہنماؤں کے علاوہ مولانا شہید کی بھی تصویر تھی۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد اب وہ تصویر کہاں ملے گی۔

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

الحمدللہ حضرت امیر شریعت، قاضی احسان احمد صاحب، شیخ حسام الدین، مولانا عبدالرحمن میانوی اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کے ساتھ میرا تعلق بہت قریبی رہا اور یہ حضرات اپنے تبلیغی اسفار کے دوران جب کبھی میری پوسٹنگ کے مقامات پر آتے تو میرے ہاں قیام فرماتے۔ حضرت قاضی صاحب کی مشہور ملاقات سیالکوٹ جو خان لیاقت علی خاں مرحوم کے ساتھ ہوئی اس میں اس عاجز کی معیت و معاونت بھی تھی۔ مولانا شہید ملت اسلامیہ کی متاع گراں تھے انہوں نے حضرت امیر شریعت اور دوسرے اکابر احرار کی ایمان پرور معیت میں جو خدمات انجام دیں وہ ہماری تاریخ حریت کا تابناک باب ہیں افسوس! ہمارے ہاں تاریخ کا دیانتدارانہ عمل جاری نہیں رہ سکا۔ اور یہاں پر کسی کو کچھ معلوم نہیں کس نے کیا کام کیا ہے۔ مولانا مرحوم کو ۱۳/۱۴ مئی ۱۹۴۶ء کی درمیانی شب انگریزی کاسہ لیسوں نے ایماء پر شہید کر دیا گیا اور انگریزی حکومت نے اپنے مخصوص مفادات کی بناء پر قاتل نہ پکڑے۔ بعد میں وہی قاتل سر براہِ حکومت بھی رہے اور علماء حق کے قتل کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جانباز مرزا مرحوم نے غلط نہیں کہا تھا:

بقیہ ص۱۳ پر دیکھیں۔

مغربی جمہوریّت یا اسلام؟

حرّیت درکار ہے یا پھر یہ حلقہ دام کا   نورِ صبح چاہیے یا جُھٹپٹا سا شام کا
راحتیں مطلوب ہیں یا سلسلہ آلام کا   فیصلہ کیا ہے؟ بقاؔ یا زیست کے ایام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

یا وڈیروں کی غلامی یا اطاعت دین کی   یا یقیں کی راہ لو یا پھر ظن و تخمین کی
پیروی جمہو کی یا دین کے آئین کی   کفر کا سکہ چلے گا یا خدا کے نام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

تجربے میں ہم نے اپنے کھو دیے چالیس سال   مغربی جمہوریت کے دیکھے سارے خد و خال
اس نے اسلامی ممالک کو دیا ہے اختلال   یہ بدل کیا بن سکے گا جامۂ احرام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

یہ یہودی و مسیحی ذہن کا ہے شاہکار   اس نے دیں مادر پدر آزادیاں و انتشار
یہ فقط دولت کدوں کو بخشتا ہے اقتدار   فتنۂ معصوم ہے یہ گردشِ ایام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

دین کی قدروں کا دشمن زر پرستی کا نظام   جس کی قسمت میں نہیں ہے صبح صادق ایسی شام
جس کے ہاتھوں مٹ رہا ہے آدمی کا احترام   اک حسین آغاز لیکن خوفناک انجام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

دیو استبداد جمہوری قبا میں الاماں   جس سے سب اخلاقی قدریں ہو گئی ہیں نیم جاں
بھولی بسری ہو چلی ہیں عدل و حق کی داستاں   میں تو باغی ہوں کمالؔ اس بت گلفام کا

مغربی جمہوریت یا اہتمام اسلام کا

کمال سالارپوری

محمد آغا نائی

آنکھیں میری باقی اُن کا

قائداعظم کا پاکستان دیکھو------؟

(صرف دوروز کے اخبارات سے منتخب خبروں کی ایک ہلکی سی جھلک)

- سابق ایم پی اے نے دو عورتوں کو بے آبرو کر کے قتل کر دیا۔
- سرگودھا پولیس کے تشدد سے نوجوان لڑکی ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ لڑکی کی ماں کو پانی کی جگہ پیشاب پلایا گیا۔
- ساہیوال میں نوجوان لڑکی اغوا۔ ۶ سالہ بچی پر مجرمانہ حملہ کی کوشش۔
- وفاقی وزیر سردار آصف احمد علی کا ملازم دو بچوں کی ماں کو بھگا کر لے گیا۔
- اوکاڑہ کے نواحی گاؤں سے ۹ مسلح افراد نوجوان لڑکی اغوا کر کے لے گئے۔
- شجاع آباد میں غریب کاشتکار کی بیٹی سے زیادتی کا مجرم ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکا۔
- معمولی تلخ کلامی پر مخالف کی بہن کی آبرو لوٹ لی۔
- ماں ؟ بیٹیوں سے پیشہ کراتی ہے ماموں سرپرستی کرتا ہے (چیچہ وطنی)
- کراچی میں بدکاری پر مجبور کرنیوالوں کا گروہ پکڑا گیا۔ کئی لڑکیاں برآمد ہوئیں۔
- ملتان پولیس، رائفلوں سے دروازہ توڑا، حلف اٹھانے پر عورتوں اور بچوں کو مارا، مسٹر ریڈر کو لے گئے۔
- اسلم چیمہ کیس، پولیس نے اسلم چیمہ کی داڑھی نوچی۔
- طالب علم رہنما کو جعلی مقابلے میں ہلاک کرنے کی کوشش۔ پولیس اسے لیے مختلف مقامات پر گھومتی رہی
- تھانیدار ساتھیوں سمیت گھروں میں گھس گیا، مردوں کو مارا پیٹا خواتین کے دوپٹے اتار لیے۔
- راجن پور تھانیدار کا حاملہ عورت پر تشدد، رائفل کا بٹ مار کر بے ہوش کر دیا۔
- پولیس کانسٹیبل کو بدکرداری کے الزام میں برخاست کر دیا گیا۔
- پولیس کا ڈرائیور کے گھر پر دھاوا، خواتین کو گالیاں اور دھکے دیئے گئے۔
- جس نے صدر بننا ہے وہ ہمارے پاس آئے پیپلز پارٹی بزنس کریگی۔
- سرحد اسمبلی میں ہنگامہ، وزراء آپس میں اُلجھ پڑے۔

میجر (آر) عبدالرحیم ثاقب
راوی سپاہی کمال احمد

شہادت کا جذبہ شہید ہو کر بھی زندہ رہا۔

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب میں فوجی ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر گھر آیا تھا۔ میں فوج میں ڈرائیور تھا اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی مجھے ڈرائیور کی ہی جگہ ملی تھی۔ میری بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ چند ماہ بعد ہی رشتہ داروں نے مل جل کر میری دوسری شادی کر دی۔ میں نے ایک گھر کرایہ پر لے لیا اور زندگی کے دن بسر کرنے لگے۔ ایک دن اچانک مجھے ایک خط موصول ہوا جو انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔ محلے میں ایک انگریزی کے استاد سے وہ خط پڑھوایا۔ فوجی معاملہ تھا اور مجھے ایک ماہ کی "زبردست ٹریننگ" کیلئے سیالکوٹ بلایا گیا تھا۔ میں اپنی بیوی کو رشتہ داروں کے ہاں چھوڑ کر سیالکوٹ روانہ ہو گیا۔ پھر وہی فوجی گاڑیاں، وردی، صبح کی پریڈ اور وہی ماحول۔ اگلے دن صبح سے ہماری ٹریننگ شروع ہو گئی۔ سیالکوٹ شہر سے باہر ایک جگہ ہماری مشقیں ہوتی تھیں۔ ایک دن ہمیں اطلاع ملی کہ تین دن کیلئے ہمیں "نائٹ ٹریننگ" کیلئے بارڈر کی طرف جانا ہے۔ اگلے دن ہم وہاں پہنچ گئے ہر طرف ہرے بھرے کھیت تھے کیکر اور شیشم کے درختوں نے اس جگہ کو کافی دلکش بنا دیا تھا۔ ہمارے انچارج صوبیدار تھے ہم نے ان کے ساتھ مل کر ایک اچھی سی جگہ ڈھونڈی اور وہاں پر اپنا ٹینٹ لگا دیا۔ میرے پاس جو گاڑی تھی اسے میں نے جھاڑیوں میں اچھی طرح چھپا دیا اور دور جا کر دیکھا کہ دشمن کی نظر اگر پڑے تو وہ پہچان نہ سکے کہ یہاں گاڑی چھپائی ہے یا نہیں۔ شام کو ہم نے لنگر سے کھانا لیا تھا اور پھر ہماری "نائٹ ٹریننگ" شروع ہونا تھی اور ہماری اس مشق کو اگلی صبح سورج طلوع ہونے سے قبل ختم ہونا تھا۔ پلاٹون کمانڈر کے حکم پر کبھی ہمیں "کرالنگ" (پیٹ کے بل رینگنا)، کبھی ہمیں ادھر ادھر بکھر جانے کو کہا جاتا، کبھی ایک قطار میں چلتے، ہم اپنی جگہ صبح تقریباً 4 بجے پہنچے۔ اس کے بعد حکم ملا کہ ہمیں اس جگہ 2 گھنٹے آرام کرنا ہے۔ جونہی ہم آرام کرنے کیلئے لیٹے باقی سب لوگ تو تقریباً سو گئے لیکن مجھے ایک بے چینی سی رہی میری کمر کے نیچے کوئی چیز لگاتار چبھتی رہی۔ میں سمجھا بیلٹ کا بکل ہو گا جو چبھ رہا ہے۔ دو تین دفعہ اسے ٹھیک بھی کیا لیکن وہ چیز لگاتار ابھی تک چبھ رہی تھی۔ میں نے نیچے ٹٹولنا شروع کر دیا اندھیرے کی وجہ سے میں ادھر ادھر ہاتھ مار رہا اور پھر میرا ہاتھ ایک سخت چیز سے ٹکرا گیا مجھے محسوس ہوا کہ وہ لوہے کی کوئی چیز ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ دیا سلائی جلا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک زنگ آلود نالی ہے۔ میں نے وہاں سے زمین کو مزید کھودا اتنے میں مجھے سیکشن کمانڈر کی آواز نے چونکا دیا ہمیں دوبارہ وہیں حاضر ہونا تھا۔ میں نے سوچا وقت ملتے ہی دوبارہ اس جگہ کی کھدائی کروں گا۔ اللہ اللہ کر کے نماز عصر کے بعد ہمیں دوبارہ دو گھنٹے دیئے گئے تاکہ ہم آرام کر سکیں۔ میں موقع پا کر اسی جگہ پہنچا جگہ آسانی سے مل گئی۔ میں نے زمین کھودنے کیلئے اپنی رائفل سے سنگین اتار لیا اور زمین کو تیزی سے کھودنا شروع کر دیا۔ اب آہستہ آہستہ کھدائی کرتے ہوئے وہ رائفل مکمل طور پر نظر آنے لگی۔ میں نے چند انچ اور زمین کھودی تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس رائفل کے دستے پر ایک انسانی ہاتھ کی انگلیاں ہیں جن کی گرفت میں وہ رائفل مضبوطی سے جکڑی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مجھ سے مزید نہ کھودا گیا۔ میں وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے افسران کے پاس پہنچا اور تمام کارروائی سنا دی۔ وہ سب میرے ساتھ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں زمین کھودی گئی تھی۔

پلاٹون کمانڈر کے حکم پر پانچ سپاہی زمین کو ایک خاص انداز سے پھاوڑوں کی مدد سے آہستہ آہستہ کھود رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم سب لوگ دنگ رہ گئے۔ ہمارے سامنے ایک سپاہی مکمل یونیفارم میں ہاتھوں میں اپنی 303 رائفل مضبوطی سے تھامے زمین میں گویا دفن تھا۔ ہم سب لوگ وہاں ایسی کیفیت میں کھڑے تھے جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہم، تجسس، حیرت اور نہ جانے کن کن احساسات کا ملاپ تھا۔ ہم نے اس سپاہی کے جسد کو مورچے سے باہر نکالا۔ وہ جوان جو شہید ہو چکا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے ابھی تک سانس لیتا ہوا زندگی سے بھرپور کوئی فوجی

اب بھی وطن کی حفاظت کا مکمل جذبہ لئے ہوئے مستعد اور چاق و چوبند ہے۔ اس کے گلے میں موجود دھاگے پر اس کی شناختی نمبر سے معلوم ہوا کہ وہ 1965ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ کا شہید تھا۔ یہ واقعہ چونکہ ستمبر 65ء کی جنگ سے تقریباً

2 سال بعد کا ہے اس وقت کسی بھی جسم کا زمین میں دفن رہنے کے بعد اس طرح زندہ انسانوں کی طرح صحیح سالم ہونا ہی ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنے کے لئے بہت تھا۔ وہ شہید ہو چکا تھا لیکن اس کا جسم اور گوشت پوست بالکل ٹھیک حالت میں تھا۔ کمال کی حکمت تکنیکی کی ویسی تھی اس کے سر کے بال، داڑھی اور بھنچا ہوا مضبوط جبڑا سب کچھ ایسے تھا جیسے اسے شہید ہوئے زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ گزرے ہوں۔ اس کی آنکھیں ابھی تک چمک رہی تھیں۔ شائد وہ اب بھی دشمن کا منتظر ہو۔ اس کے ہاتھ سے اس کی رائفل کو کافی کوشش کے بعد جدا کیا گیا۔ جہاں جہاں اس جوان کے ہاتھ کی گرفت تھی وہاں پر لکڑی اسی طرح مضبوط تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے رائفل کے دستے پر اس جوان کے پسینے کی نمی اب تک موجود ہے۔ میں اس جوان کی شہادت کا سوچ سوچ کر اپنی ذات کو اتنا بلند محسوس کر رہا تھا کہ بتا نہیں سکتا میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری تھے۔ اس شہید کے بوٹ تقریباً گل چکے تھے لیکن اس کی جراب جو سیلور رنگ کی تھی بالکل سلامت تھی جو ایڑھی کے پاس سے تھوڑی سی پھٹی ہوئی تھی۔ اس میں سے اس شہید کی ایڑھی کی کھال نظر آتی تھی۔ بالکل زندہ سلامت اور صحت مند کھال اس کو دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جوان کی اس ننگے پیر کی دھول بھی نہیں۔ اس جوان کی جرسی اور وردی کا رنگ صرف مٹی کی وجہ سے تھوڑا سا بدل گیا تھا۔ سینے پر زخم کے نشان تھے۔ وہاں خون کے دھبے سیاہ ہو چکے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ اگر زخم کو تھوڑا سا چھیڑا تو خون بہہ نکلے گا۔

ہم سب لوگ نعرہ تکبیر کا ورد کرتے جاتے تھے اور قرآنی آیات بھی پڑھ رہے تھے۔ مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ اس جوان کی تجہیز و تکفین غالباً اس کے گاؤں میں ہوئی۔ میں نے اور میرے تمام افسروں نے اس میں شرکت کی۔ میں نے شہید کو زندہ دیکھا ہے اور اللہ کے وعدے کو سچا پایا ہے۔ کہ اللہ کے اس شہید کی طرح مجھ پر بھی وہ عنایت ہو سکتی ہے کہ میں بھی سرخرو ہو جاؤں۔ یہی حسرت لئے میں ہر سال "رزروسٹ ٹریننگ" پر مختلف جگہوں پر جاتا ہوں اور سنگین سے زمین کھودتا رہتا ہوں کہ شاید میں اپنے کسی اور شہید بھائی سے مل سکوں اور اس کی نماز جنازہ پر زار و قطار عقیدت کے آنسو بہا سکوں۔ جس طرح اپنے پہلے والے بھائی کی شہادت پر ہم سب نے اپنے اللہ کے حضور اپنا اظہار عقیدت پیش کیا۔

● —— اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو وہ شوخی میں آکر اور بھی گناہ کرتا ہے، سو اس کے لئے دوزخ کافی ہے اور البتہ وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ (سورہ البقرہ آیت ۲۰۶)

● —— اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال پر گرفت کرتا تو سطح زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک وقتِ مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے پس جب ان کا وقت مقرر آجائے گا تو بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ (سورۂ فاطر آیت ۴۵) (خاموش مبلغ۔ ملتان)

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلسِ احرار اسلام کو دیجئے۔

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک = اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

سانحہِ مسجدِ بابری

بابری مسجد گِرا دی دشمنِ اسلام نے
آگ تن من میں لگا دی دشمنِ اسلام نے
باندھ کر سر پہ کفن نکلو ذرا میدان میں
آج پھر ہم کو صدا دی دشمنِ اسلام نے

لُٹ گیا اپنا فلسطیں بوسنیا بھی جل اٹھا
خوں کے دریا بہہ رہے ہیں وادیٔ کشمیر میں
کہہ رہی ہے چیخ کر یہ بابری مسجد ہمیں
جوش کیوں باقی نہیں ہے بازوئے شبیر میں

نیند کے ماتو ذرا دیکھو تو آنکھیں کھول کر
دن یہ کیا ہم کو دکھایا شامت اعمال نے
کھو گئے بزمِ طرب میں یاد اب کچھ بھی نہیں
درس جو ہم کو دیا تھا حالی و اقبال نے

دِل میں کینہ ہے بظاہر وہ ہمارا یار ہے
کیا کہوں تم سے فرنگی کس قدر مکار ہے
دشمنِ اسلام ہندو بھی ہے اور انگریز بھی
یہ سر دیوار ہے اور وہ پسِ دیوار ہے

حشر کا میدان بنا ہے آج یہ ہندوستاں
کٹ رہے ہیں ان گنت ہر روز یاں پیرو جواں
رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو تائب ضرور
ایک دن مٹ کر رہے گا ظلم کا نام و نشاں

نمائندگانِ نقیب

چمن چمن اجالا

مہدی معاویہ۔ ملتان

مرزائی امتناعِ قادیانیت آرڈیننس ختم کرانے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔

ملک بھر میں ختمِ نبوت کانفرنسیں منعقد کر کے عوام کو مرزائیوں کے سیاسی عزائم اور سازشوں سے آگاہ کیا جائے گا۔
(حضرت مولانا خان محمد)

دینی جماعتیں تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔
ارتداد کی شرعی سزا کا نفاذ ہماری منزل ہے۔
ہماری کوئی سیاسی مجبوری نہیں کہ ہم مصلحت کا شکار ہو کر راستے سے بھٹک جائیں
(سید عطاء المحسن بخاری)

آل پارٹیز مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد ۱۵ فروری کو ملتان پہنچے۔ ملتان میں آپ نے انتہائی مختصر قیام فرمایا۔ مجلسِ احرار اسلام پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے دفترِ تحفظ ختمِ نبوت میں آپ سے ملاقات کی اور ملک میں مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی خطرناک سرگرمیوں پر بات چیت کی۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے اسی روز بعد نمازِ عشاء مجلسِ احرارِ اسلام کے مرکزی دفتر دارِ بنی ہاشم میں ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی جس میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المؤمن بخاری، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا اور سید کفیل بخاری شریک ہوئے۔ اجلاس میں مرزائیوں کی دین دشمن سرگرمیوں اور ملک کے خلاف خطرناک سازشوں کا بغور جائزہ لیا گیا اور طے پایا کہ ان سرگرمیوں کے سدِباب کے لئے تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کی سرگرمیوں کو نئے سرے سے منظم اور تیز تر کیا جائے گا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ: "رمضان المبارک کے بعد ملک بھر میں ختمِ نبوت کانفرنسیں منعقد کر کے مرزائیوں کے سیاسی عزائم اور خطرناک سازشوں سے عوام کو آگاہ کیا جائے گا۔ قادیانی بالکل نئے روپ میں ملک کی بعض سیاسی شخصیات، اعلیٰ سرکاری افسران اور سیکولر جماعتوں کو اپنے مخصوص مفادات کے لئے استعمال کر کے بعض متفقہ اور طے شدہ فیصلوں پر اثر انداز ہو کر امتناع قادیانیت آرڈیننس کو غیر مؤثر کرنا

چاہتے ہیں۔ جسے کسی قیمت پر کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ملک بھر کا دورہ کر کے دینی قوتوں کو اس مقصد کے لئے بیدار کروں گا۔" تمام رہنماؤں نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ مرزائی ایک گہری سازش کے ذریعے ایسے قانونی اقدامات پر اثرانداز ہونا چاہتے ہیں جو ان کی تبلیغ کے راستہ میں رکاوٹ ہیں۔ اگر اس صورتحال کا بروقت نوٹس نہ لیا گیا تو مستقبل میں ایک ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔ اس موقع پر سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ امت مسلمہ کی پہچان ہے۔ ہم کسی صورت بھی اس مسئلہ سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کا مسئلہ خود ہمارے لئے اور حکومت کے لئے بھی ٹیسٹ کیس کی حیثیت رکھتا ہے۔ حکومت نے اس مسئلہ پر مسلمانوں کے مؤقف سے انحراف کیا ہے۔ اور گومگو کی پالیسی اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ مرزائیوں کی طرف سے بین الاقوامی دباؤ کے تحت ہو رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ مرزائیوں کی مکمل سرپرستی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری کوئی سیاسی مجبوری نہیں کہ ہم کسی مصلحت کا شکار ہو کر راستہ بھول جائیں یا منزل ہم سے اوجھل ہو جائے انہوں نے کہا کہ ہم آخر وقت تک عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جنگ لڑیں گے۔ اور یہ ہمارا بنیادی دینی اور آئینی حق ہے۔ حضرت مولانا خان محمد مدظلہ اور سید عطاء المحسن بخاری نے تمام مسلمانوں بالخصوص دینی جماعتوں کے کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ تحفظِ ختم نبوت کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور خود کو کسی ممکنہ مشکل راستے کے لئے بھی تیار کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ ارتداد کی شرعی سزا کا نفاذ ہماری منزل ہے۔ ہم اپنے دینی مقاصد کے حصول کے لئے جان قربان کر دیں گے۔ مگر عقیدۂ کے تحفظ سے انحراف نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا طرۂ امتیاز ہے جو ہمیں اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔

میاں محمد اویس لاہور

قادیانیوں نے ربوہ میں جشنِ نصرت کی تیاریاں شروع کر دیں

آٹھویں ترمیم کے خاتمہ کی آڑ میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی

لاہور میں احرار کارکنوں سے سید کفیل بخاری اور مولانا اللہ یار ارشد کا خطاب

گزشتہ دنوں مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکنوں کا ایک اہم اجلاس علامہ اقبال ٹاؤن میں منعقد ہوا جس میں مرکزی احرار رہنماؤں سید کفیل بخاری اور مولانا اللہ یار ارشد نے خطاب کیا احرار رہنماؤں نے کہا کہ قادیانیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں میں تشویشناک اضافہ ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت نہ صرف مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کر رہی ہے بلکہ مستقبل میں قادیانیوں کو پاکستان میں مکمل آزادیاں دینے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

انہوں نے کہا کہ قادیانی یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں۔ دنیا بھر کے کفار و مشرکین کے نشریاتی ادارے قادیانیوں کے عقائد و نظریات کی تشہیر کر رہے ہیں۔ جس کا واضح مقصد اُمت مسلمہ کی وحدت کو تباہ و برباد کرنا

ہے۔ انہوں نے کہا کہ خود قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد کے بقول "وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں" انہوں نے کہا کہ عیسائی اور مشرک حکمرانوں نے اپنی ضرورتوں کے تحت قادیانیوں کو تمام سہولتیں دیکر پروان چڑھایا۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد ختم کیا جاسکے۔ جبکہ آج بھی اسی ضرورت کے پیش نظر عیسائی اور یہودی ان کی سرپرستی کر رہے ہیں۔

اسرائیل اور برطانیہ میں ان کے مشن کے دفاتر قائم ہیں۔ قادیانی اسرائیل میں دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ برطانیہ آج بھی اپنے چہیتے اور پالتو کی طرح انہیں پال رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ قادیانی ان دنوں ربوہ میں جشنِ نصرت منانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور حکومتی سطح پر حاصل ہونے والی کامیابیوں کے ظہور کے منتظر ہیں۔ احرار رہنماؤں نے حکومت کو خبردار کیا کہ اگر اُمت مُسلمہ کے متفقہ عقائد کے خلاف قادیانیوں کو ارتداد پھیلانے کی اجازت دی گئی تو تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت راست اقدام کرے گی۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمے کی آڑ میں امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کے خاتمے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

انہوں نے اعلان کیا کہ رمضان المبارک کے بعد آل پارٹیز مجلس عمل قادیانیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائے گی۔

ہارون الرشید
قائم پور

جمہوریت۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا نظام ہے
قتل و غارت، بدامنی، جھوٹ اور فریب اِس کا طرۂ امتیاز ہے
مسلمان کی پہچان اسلام ہے جمہوریت نہیں

(سید عطاء المحسن بخاری)

گزشتہ دنوں قائم پور کے قریب بستی شام دین میں مدرسہ احرارِ اسلام کے سالانہ جلسہ میں مجلسِ احرار اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری فاتح ربوہ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری تشریف لائے اجتماع میں آپ نے جو خطاب فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس برس تک امت کو قرآن سکھایا اور اسلام جیسا سنہری نظامِ زندگی عطاء فرمایا۔ صحابہ کرام نے ہر حال میں پیغمبر علیہ السلام کی اتباع کی اور آسمان کے ستارے بن گئے۔ لیکن ہم نے دینِ اسلام کو چھوڑ دیا اور ذلت کے گڑھے میں جا گرے۔ حضور نے ہمیں اسلام عطاء فرمایا لیکن ہم نے کہا ہمیں جمہوریت چاہیئے۔ یعنی وَن مَین وَن ووٹ، چور، زانی، شرابی، قاتل کا ووٹ بھی ایک اور نیک، نمازی، پرہیز گار کا ووٹ بھی ایک۔ یہ فکر اسلام میں نہیں ہے۔ جمہوریت، یہودیوں اور عیسائیوں کا نظام ریاست ہے۔ یہودیوں اور

عیسائیوں نے یہ نظام بنایا اور مسلمانوں نے قبول کر لیا۔ یہ نظام نبی علیہ السلام نے نہیں بنایا۔ ہندوستان میں اس نظام کو آئے ایک سو دس سال ہوئے ہیں۔ جمہوریت ہندوستان میں ۱۸۸۰ء میں داخل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے برطانیہ، امریکہ اور یونان میں تھی۔ مکہ اور مدینہ کے کفار اور مشرکین میں تھی۔ جن کے سردار اکثریت کی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے تھے۔ مگر نبی علیہ السلام نے قلت میں ہونے کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں کے اس جمہوری نظام کو اسلام کے انقلاب سے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ آج کا مسلمان یہودی و عیسائی سازش کا اسیر ہو کر اس نظام میں امن و سکون تلاش کر رہا ہے جس نے پوری دنیا کا امن برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ بارہ سو سال سے یہی جمہوریت برطانیہ میں ہے۔ لیکن اس کے نام پر وہاں بھی انسانی حقوق پامال کئے جاتے ہیں۔ اسلام میں جمہوریت نہیں اور نہ ہی مروجہ الیکشن ہے۔ اسلام میں ہر آدمی کا ووٹ نہیں ہے۔۔ جو نمازی نہیں اس کا ووٹ نہیں ہے۔ جو روزہ نہیں رکھتا اس کا ووٹ نہیں ہے۔ جس نے قرآن و حدیث نہیں پڑھا اس کا ووٹ نہیں ہے۔ اسلام میں وَن مَین وَن ووٹ کا تصور نہیں ہے۔ میرا چیلنج ہے پوری دنیا کے علماء کو کہ کوئی عالم قرآن یا حدیث سے یہ ثابت کر دے کہ اسلام میں وَن مَین وَن ووٹ ہے تو میں اپنی بات سے رجوع کر لوں گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ابوبکر صدیق اور ابوجہل کا ووٹ کیسے برابر ہے؟ یہ جمہوریت میں ہے۔ اسلام میں نہیں ہے۔ جمہوریت فرقہ بندی پیدا کرتی ہے۔ اسلام اکائی پیدا کرتا ہے۔ جمہوریت قومیتیں پیدا کرتی ہے اور اسلام قومیتیں مٹا کر سب کو مسلمان بناتا ہے۔ ہر قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ ہمارے جمہوری حقوق ہمیں دو۔ اس جمہوریت نے سندھیوں، پنجابیوں، پٹھانوں، مہاجروں اور بلوچوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ اس جمہوریت نے باپ کو بیٹے سے اور بیٹی کو ماں سے جدا کر دیا۔ ہماری نجات نظامِ اسلام کے نفاذ میں ہے۔ دیگر تمام نظام باطل ہیں۔ اور نظامِ اسلام ہی کے نفاذ کے لئے ہم سب کو مل جُل کر جدوجہد کرنی چاہیئے۔

ابوسفیان
حاصل پور

○

چک فورڈواہ میں مجلس احرارِ اسلام کا قیام
قائم مقام امیرِ مرکزیہ ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المؤمن بخاری کا خطاب
دفترِ احرار کا افتتاح اور پرچم کشائی کی پُروقار تقریب

مجلسِ احرارِ اسلام حاصل پور اور یونٹ شبلی غزنی کے احرار رضا کاروں کے توسط سے جناب محمد سلیم صاحب چک نمبر ۱۰ فورڈواہ کی دعوت پر ابنِ امیرِ شریعت مولانا حافظ سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری ۲۰ نومبر جمعۃ المبارک چک نمبر ۱۰ فورڈواہ تشریف لائے۔ علاقہ بھر کے احرار رضا کار اور جیالے کارکن شاہ جی کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے۔ گاؤں سے باہر احرار کے پرچم اٹھائے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے بڑے پُرجوش انداز میں احرار رضا کاروں نے اپنے محبوب قائد کا استقبال کیا۔ حضرت شاہ صاحب احرار رضا کاروں کے جذبۂ ایمانی سے

بھرپور نعروں کی گونج میں ایک جلوس کی صورت میں گاؤں میں داخل ہوئے۔ چونکہ نمازِ جمعہ کا وقت قریب تھا اس لئے سیدھے مسجد میں پہنچے۔

نمازِ جمعہ سے قبل حضرت شاہ صاحب نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مفصل خطاب فرمایا۔

مسجد کھچا کھچ بھر چکی تھی۔ اور حضرت شاہ صاحب کا ولولہ انگیز خطاب جاری تھا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں آفتاب ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہر شعبۂ زندگی میں رہنمائی فرمائی۔ آپ کی تعلیمات دونوں جہان میں کامیابی و کامرانی دلانے والی ہیں۔ شاہ جی نے فرمایا کہ ہمیں اپنی زندگیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں کے مطابق ڈھالنی چاہیئیں۔ تاکہ ہم دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکیں۔ اپنے ڈیڑھ گھنٹہ کے مفصل خطاب میں شاہ جی نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و مطہر زندگی کے مختلف گوشوں پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی۔ اس کے بعد شاہ جی نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔

نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد حضرت شاہ جی نئے احرار رضا کار جناب محمد سلیم صاحب کے مکان پر تشریف لائے تمام احرار ساتھی اور گاؤں کے لوگ کثیر تعداد میں شاہ جی کے ساتھ تھے۔ حضرت شاہ جی نے مختصراً مجلسِ احرارِ اسلام کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ احرار کے سفید و سیاہ دھاریوں والے سرخ پرچم کی تاریخ اور نسبت پر روشنی ڈالی اور پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پرچمِ احرار لہرایا۔ اس کے ساتھ ہی فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ احرار رضا کار بڑے جوش سے نعرے لگاتے رہے۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ تاج و تخت ختمِ نبوت۔ زندہ باد۔ شہدائے ختمِ نبوت۔ زندہ باد۔ اکابر احرار۔ زندہ باد۔ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ زندہ باد۔ مجلسِ احرارِ اسلام۔ زندہ باد۔

آخر میں حضرت شاہ جی کی رقت انگیز دعا سے یہ پُروقار تقریب اختتام کو پہنچی

سید خالد مسعود گیلانی
سرگودھا

حکومت مرزائیوں کی مجرمانہ سرپرستی کر رہی ہے

مرزائیوں کو مسلمانوں میں تبلیغ کی اجازت دی گئی تو ۱۹۵۳ء کی تحریک کے حالات پیدا کر دیئے جائیں گے

علامہ اقبال نے لکھا ہے:۔

"مرزائیت یہودیت کی طرف رجوع ہے"۔ "مرزائی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں"

سرگودھا میں ختم نبوت کنونشن سے سید کفیل بخاری کا خطاب

۱۹ فروری کو مسجد عمر فاروق سرگودھا میں ایک روزہ ختم نبوت کنونشن کا اجتماع منعقد ہوا۔ جس کی صدارت آل پارٹیز مجلسِ عملِ تحفظ ختمِ نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے فرمائی۔ ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت کے مُدیر اور مجلسِ احرارِ اسلام کے رہنما سید کفیل بخاری نے نمازِ جمعہ کے بعد کنونشن کی آخری نشست سے خطاب کیا۔ انہوں نے ملک کے سیاسی اُفق پر رونما ہونے والے واقعات، لادینیت کی یلغار، یہودیوں اور عیسائیوں کے دنیا بھر میں مسلمانوں پر مظالم اور اُن کے ایجنٹوں مرزائیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ انہوں نے اپنے مفصل اور طویل خطاب میں موجودہ حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ اپنے عمل سے مسلسل مرزائیوں کی مجرمانہ سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حکومت، اور مرزائیوں کی سرگرمیوں سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ اس بنا پر نہ صرف مسلمانوں کو مطلع کرنے آئے ہیں بلکہ مرزائیت کے خلاف ایک زوردار اور آخری تحریک کے لئے تیار کرنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال نے لکھا ہے: "مرزائیت یہودیت کی طرف رجوع ہے" نہرو کے نام اپنے خط میں علامہ نے لکھا کہ: "مرزائی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں"۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ مسلمانوں میں کفر و ارتداد کی تبلیغ کرنا اسلام میں بہت بڑا جرم ہے اور حکومت مرزائیوں کو کھلی چھٹی دے کر اس سنگین اور گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر رہی ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اگر حکومت نے مرزائیوں کو نکیل نہ ڈالی تو اسے ۱۹۵۳ء کی تحریک کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سرگودھا کے مسلمانوں نے جلسہ عام میں وعدہ کیا کہ اگر عقیدۂ ختمِ نبوت پر کوئی آنچ آئی تو سب سے پہلے سرگودھا سے تحریک کا آغاز کیا جائے گا۔

کنونشن سے مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا اللہ وسایا اور مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے بھی خطاب کیا۔ سید کفیل بخاری صاحب کے خطاب کے بعد امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے دعا کرائی اور کنونشن اختتام پذیر ہوا۔

محمد یونس ــــ رحیم یار خان

بستی مولویاں، رحیم یار خان میں تحریک طلباء اسلام کا قیام

جامع مسجد معاویہ بستی مولویاں (رحیم یار خان) میں ۸ جنوری ۹۳ء جمعۃ المبارک کو تحریک طلباء اسلام کا پہلا اجلاس حافظ عبدالرحیم نیاز کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کارروائی کا آغاز مولانا اللہ بخش مجاہد نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ اس کے بعد مقامی عہدیداران کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس میں متفقہ طور پر لیاقت علی سومرو کو تحریک کا مقامی امیر حافظ ثناء اللہ ثاقب کو ناظم اور محمد یونس کو ناظم نشر و اشاعت منتخب کیا گیا۔ جبکہ صوفی محمد اسحاق قمر صاحب کو مقامی شاخ کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر تقریب کے صدر حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان نے تحریک طلباء اسلام کے منشور پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تحریک طلباء اسلام کا مقصد طلباء کو اسلام کے مسلمہ اصول و عقائد کی تبلیغ کرنا، ان پر عمل کرنے کی ترغیب دینا، نظامِ تعلیم کی اسلامی اصولوں پر تدوین کرانا، ملک میں بڑھتے ہوئے

ولناک فکری ارتداد، دینی زوال، اخلاقی بحران، عریانی، فحاشی اور معاشی بدحالی کے خاتمے کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ سکولوں، کالجوں میں خلاف اسلام تقریبات رکوانا اور نادار طلباء کی اعانت و امداد کرنا ہے۔ ناخواندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے نوجوانوں کو علم کے مینارۂ نور تک پہنچانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ایسے طلباء تیار کریں جن کا دین اسلام کیساتھ فکری اور نظریاتی تعلق ہو نہ کہ جذباتی اور ہنگامی تعلق ہو انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک کے اندر کالجوں، یونیورسٹیوں میں موجود تنظیمیں طلباء کے اندر خلاف اسلام نظریات پھیلا رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں فکری انار کی پھیل رہی ہے۔ اور جب وہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو وہ اسلام کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ جو تعلیمی اداروں کی مروجہ سیاست سے الگ رہ کر خالصتاً دینی نقطۂ نظر سے کام کرے اسی نقطۂ نظر کو تحریک طلباء اسلام لے کر چلنا چاہتی ہے۔

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ لوگ حکومتِ الٰہیہ اور تحفظِ ناموسِ ختمِ نبوت، ناموسِ ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کی خاطر ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

آخر میں مولانا اللہ بخش مجاہد نے جانشینِ امیر شریعت حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اور قائد تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی صحت یابی کے لئے دعا کی۔ علاوہ ازیں تحریکِ آزادی اور مجلسِ احرارِ اسلام کے ممتاز کارکن مرزا غلام نبی جانباز کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی گئی اور قرار دادِ تعزیت منظور کی گئی۔

اجلاس میں محمد اسحاق، امیر عمر، عنایت اللہ، لیاقت علی، حافظ ثناء اللہ ثاقب، راقم اور دیگر طالب علم ساتھیوں نے شرکت کی۔

نمائندہ نقیب ۔ کمالیہ

"کمالیہ میں تحریکِ طلباء اسلام کی تعارفی تقریب"

ماہنامہ "نقیب ختمِ نبوت" کے مدیر جناب سید محمد کفیل بخاری ۱۲ فروری کو کمالیہ میں تشریف لائے اور مسجدِ صدیقیہ میں اجتماعِ جمعہ سے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اسی روز اسی مسجد میں بعد نمازِ عصر مجلس احرار اسلام کمالیہ کے سرکردہ رہنما حافظ محمد صدیق صاحب نے طلباء کے اعزاز میں ایک تقریب کا بھی اہتمام کیا۔ اور جناب کفیل بخاری کو خطاب کے لئے مدعو کیا۔ جناب سید کفیل بخاری نے اپنے خطاب میں کہا:

"میرے نوجوان بھائیو، دوستو!

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ تبلیغِ دین مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ آج جس نازک دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں یہ ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ مسلمان مختلف مسائل کا شکار ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پریشان ہے۔ منکرات و فواحش مسلمانوں میں اس تیزی سے داخل ہو رہے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو ظاہری و عملی دونوں اعتبار سے مسلمان نہیں رہنے دیا۔

دنیا بھر کی یہودی اور عیسائی لابیاں جہاں دیگر مسلمانوں کو پستی کے اندر دھکیلنے میں مصروف ہیں وہیں اس کی خصوصی توجہ نوجوانوں پر ہے۔ آج کے نوجوان کو ویڈیو فلموں کے ذریعے تباہ کیا جارہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں ایسی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو نوجوانوں کو اسلام کے متعلق تشکیک میں مبتلا کر رہی ہیں۔ اسی طرح ملک کے اندر رائج نظامِ تعلیم ایک مسلمان طالب علم کی دینی ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ بلکہ دین بیزاری کا ماحول پیدا کر رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ تحریکِ طلباء اسلام کا کوئی سیاسی مفاد نہیں ہے بلکہ خالصتاً دینِ اسلام کے لئے مروجہ سیاست سے ہٹ کر کام کرنا چاہتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں بعض ایسے نوجوان بھی ہیں جو اپنی معاشی پریشانی کی وجہ سے تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے۔ حالانکہ اُن میں بے پناہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسے نوجوانوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی تک پہنچنے میں مدد دیں۔ نوجوانوں کے اخلاق و کردار اور صورت و سیرت کو ایک سچے مسلمان کی علامت بنا دیں۔ اس تقریب میں مقامی طلباء اور نوجوانوں نے شرکت کی۔ جن میں حافظ خلیل احمد، حافظ سیف اللہ، لطف اللہ، محمد الیاس، محمد خالد، ظفر حمید، محمد سعید، محمد سجاد، محمد اشرف، اور محمد عقیل نمایاں تھے۔ نمازِ مغرب سے قبل تقریب اختتام کو پہنچی۔ طلباء نے کمالیہ میں تحریک طلباء اسلام کے قیام پر اتفاق اور تحریک کے کام سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ بعد میں جناب سید کفیل بخاری نے مقامی احرار کارکنوں جناب عبدالکریم قمر، جناب حافظ سعید احمد، اور عطاء اللہ شامی صاحب سے ملاقات کی اور تنظیمی امور پر بات چیت کی۔

معظم معاویہ
ناظم تحریک، ملتان

جہالت کے خلاف علم سے مسلح ہو کر جہاد کریں
علم کے بغیر انسان حیوانِ محض ہے

ملتان میں تحریک طلباء اسلام کی طرف سے نوجوانوں کی تربیتی نشست اور افطار پارٹی سے سید عطاء المومن بخاری صاحب کا خطاب

۳ رمضان المبارک بروز جمعہ عصر کے بعد تحریک طلباء اسلام کی طرف سے دار بنی ہاشم میں طلباء کی ایک تربیتی نشست منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی مجلس احرار اسلام کے قائمقام امیر حضرت سید عطاء المومن بخاری تھے۔ پروگرام کا آغاز تحریک کے سرگرم کارکن حافظ محمد علی کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس پروگرام کے سٹیج سیکرٹری اور تحریک طلباء اسلام ملتان کے کنوینر جناب احمد معاویہ نے تحریک کے منشور اور مقاصد پر ابتدائی گفتگو کی انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد طلباء میں بڑھتی ہوئی لادینیت اور اخلاقی زبوں حالی کے راستہ میں ممکنہ حد تک بند باندھنا ہے اور طلباء کی فکری، علمی، دینی اور اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ انہی مقاصد کے پیش نظر تحریک طلباء اسلام اپنے قیام نو کے بعد سے پندرہ روزہ تربیتی نشستوں کا باقاعدگی کے ساتھ اہتمام کر رہی ہے۔ جس میں مقررہ موضوع پر طلباء اظہار

خیال کرتے ہیں اور علمی سطح پر مستحکم ہوتے ہیں اور اُن کی معلومات دینیہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ سٹیج سیکرٹری صاحب نے اس مختصر خطاب کے بعد حضرت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ کو دعوت خطاب دی۔

حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے حصولِ علم کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ بغیر علم کے آدمی "نہلایا دھلایا حیوان تو ہو سکتا ہے انسان ہر گز نہیں ہو سکتا۔ شاہ صاحب نے علم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ علم مادے کو بہتر سے بہتر حالت میں ڈھالنے اور اس سے فوائد حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں علم وہ ہے جو انسان کو انسان بنا سکے جو اسے اعلیٰ عقیدہ، اعلیٰ عمل اور اعلیٰ اخلاق سے نوازے۔ جو علم ہمیں ان انسانی خصوصیات سے نہیں نوازتا در حقیقت علم نہیں جہالت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی سے ہی علم کی اہمیت و ضرورت واضح اور معلوم ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے دنیا میں پائی جانے والی موجودہ بے چینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت پوری جماعت انسانیہ میں ایک بے قراری کی لہر ہے۔ جو بلا تفریق مذہب و ملت بدرجۂ اتم سب میں موجود ہے جس کی وجہ علم دین سے دوری اور مادیت پرستی ہے۔ اس بے کلی اور بے چینی کا خاتمہ صرف اور صرف ایسے علم کے حصول سے ممکن ہے جس سے جماعت انسانیہ اعلیٰ عقیدہ، اعلیٰ عمل اور اعلیٰ اخلاق کی مالک بن سکتی ہے اور ایسے علم کا مالک صرف اسلام ہے۔ لہذا تحریک طلباء اسلام کی یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ اپنے بھائیوں کو اسلام کے اعلیٰ عقیدہ، اعلیٰ عمل اور اعلیٰ اخلاق جیسی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ اور یہ اقدار خود اپنے اندر پیدا کریں۔ شاہ صاحب نے موجودہ دینی اور دنیاوی تعلیمی اداروں کے مابین موجود ایک وسیع خلیج اور اس کے پس منظر میں موجود سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا موجودہ نظام مختلف طبقوں میں تقسیم ہے اور یہ طبقاتی تقسیم تقویٰ، اخلاق، اعمال، عقائد اور علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ دولت مندی، جاہ و حشم اور سرمایہ داری پر مبنی ہے۔ اس طبقاتی نظام کی وجہ سے دنیاوی اور دینی طلباء کے درمیان ایک وسیع خلیج پیدا ہو چکی ہے اور اب یہ تحریک طلباء اسلام کے ساتھیوں کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس پیدا شدہ خلیج کو پاٹ کر دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لائیں۔

اپنے خطاب کے آخر میں حضرت عطاء المومن بخاری نے تحریک طلباء اسلام کے رفقاء کو مشورہ دیا کہ آپ ایک سٹڈی سرکل قائم کریں جس میں اپنے سرپرست حضرات سے مشورہ کے بعد مختلف کتابوں کا مطالعہ اور ان پر تبصرہ و تنقید کریں جس سے مختلف عنوانات زیادہ سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آئیں گے اور وسعت مطالعہ سے آپ کے ذہن و فکر کی راہیں کھلیں گی۔

انہوں نے فرمایا کہ جہالت کے خلاف جہاد آپ کا بڑا مقصد ہونا چاہیے۔ اجلاس کا اختتام دعائیہ کلمات پر ہوا۔

○

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

سیرت البم

تحریر و ترتیب: شاہ مصباح الدین شکیل — طباعت و تزئین: نہایت عمدہ

ضخامت ۱۲۰ صفحات — ناشر: پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ

داؤد سینٹر، مولوی تمیز الدین خاں روڈ، پوسٹ بکس ۳۹۸۳، کراچی (پاکستان)

اس کتاب کو دیکھ کر، پڑھ کر، واقعہ یہ ہے کہ طبیعت میں ایک عجیب اہتزاز اور انبساط پیدا ہوتا ہے۔ کسی کا کیا اچھا شعر ہے کہ

تصویر اُس کی سارے مُرقع کی جان ہے
گویا چمن میں پھول کھلا ہے گلاب کا!

اور یہاں تو ایک ایک صفحہ گویا چمن ہے اور ایک ایک چمن میں کئی کئی پھول کھلے ہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کتاب تبصرہ و تحسین اور داد و آفرین سے بہت بالا ہے۔

تعارف کتاب میں پی ایس او کے مینیجنگ ڈائریکٹر لکھتے ہیں۔

"اس کے مؤلف نے اس سال ساڑھے چار مہینے حجاز مقدس میں گزارے، اور سیرت طیبہ کے اہم تاریخی مقامات مکہ، مدینہ، طائف، بدر، احد، حدیبیہ، الحساء، خیبر، مدائن صالح وغیرہ کا بہ چشم خود مشاہدہ کیا۔ ان سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ ان مقامات کو تصویروں میں محفوظ کیا۔ اس کے علاوہ نادر تصاویر جمع کیں۔ خلیج کے اس کنارے دھران سے بحیرۂ احمر کے دوسرے ساحل جدہ تک اور اندرون حجاز ۵ ہزار میل کا سفر کیا۔ علماء، اساتذہ اور عوام سے ملاقاتیں کیں پھر سیرت البم ترتیب دیا۔ اس میں تحریروں اور تصویروں کا ایک خوبصورت امتزاج ہے جس سے سیرت طیبہ کے اکثر گوشے خود بخود روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اس میں جدید تقاضوں کے مطابق حقائق کو ذہن نشین کرنے کے لئے خاکوں، جدولوں، نقشوں، تصویروں اور رنگوں سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ یہ ٹیکنک مؤثر بھی ہے اور مقبول بھی

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

محنت ہی نہیں بلکہ زرِ کثیر بھی صرف ہوتا ہے۔ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی کو اللہ تعالیٰ نے دونوں نعمتوں سے نوازا ہے جن کا کچھ حصہ اسلامی تعلیمات کی ترویج، رفاہی کاموں اور ملک کی ہمہ جہتی ترقی کی مساعی پر صرف کیا جاتا ہے۔"

زبانِ خلق

مُدیر کے نام

نقیبِ ختمِ نبوت کے عظیم الشان "امیرِ شریعت نمبر" پر قارئین کا خراجِ تحسین

عزیز محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امیر شریعت نمبر ملا۔ اپنی دنیاوی مصروفیات کے باوجود دو دن بڑے غور سے مصروفِ مطالعہ رہا۔ کئی واقعات (معلوم ہونے کے باوجود) پڑھ کر بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔ اللہ اللہ کیسے پیارے انسان تھے ہمارے شاہ جی۔ حضرت علیہ الرحمۃ سے متعلق چند ایسے واقعات قلمبند کرنے میں مصروف ہوں جن کا تعلق بندہ کے مشاہدات سے ہے۔

حضرت شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیو بند نے یہ کب کہا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مانند ہیں۔ آپ علیہ السلام کا اپنا فرمان ہے کہ:

ایکم مثلی۔

"کون ہے تم میں میری مثل؟" شاہ جی اس پر مزاحاً فرماتے تھے کہ میں کہتا ہوں:

ایکم مثلی۔

"تم میری مثل لے آؤ"۔ جب ایک اُمتی کی مثل نہیں ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کہاں ہے؟

اگرچہ حضرت شاہ جی اپنے متعلق یہ بات مزاحاً کہا کرتے تھے مگر آج سوچیئے کہ حقیقت میں آپ کتنی سچی بات فرما گئے ہیں۔ شاہ جی کی مثل تو الگ بات ہے کہ یہ ناممکن ہے۔

کل یوم ابتر۔

مگر جن اسلاف کے ہم اخلاف ہیں خدا کرے کہ ہمارا یہ روحانی تعلق تازیست بلکہ تاحشر قائم رہے۔ جب یہ بڑی بات سوچتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ زمانہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ ایمان اور اسلام کے ڈاکو ہر دن نئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ابلیسی فتنوں کی بھرمار کر رہے ہیں۔ وی سی آر اور ویڈیو فلم صالحین کے گھرانوں تک کو ویران کر رہی ہیں۔ استغفر اللہ۔ سچ فرمایا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

یصبح الرجل مومناً ویمسی کافراً، ویمسی مومناً ویصبح کافراً۔

"کہ آدمی صبح کو مومن اٹھے گا شام کو کافر ہو گا۔ شام کو مومن ہو گا صبح کو کافر اٹھے گا۔ اوکما قال علیہ السلام۔

بندہ عفا اللہ عنہ آں عزیز کو اور آنجناب کی وساطت سے حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کو اس خاص اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازیں اور آپ

حضرات کو صحت و عافیت عطاء فرمائیں۔ (آمین)

ارشاد احمد دیوبندی

ظاہر پیر ضلع رحیم یار خاں

مکرم و محترم۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ!

امیرِ شریعت نمبر مل گیا ہے۔ مطالعہ کے بعد آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ آپ نے بہت محنت کی ہے۔ میری طرف سے اس خاص اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیں۔ حصہ اول اتنا دلچسپ اور وقیع ہے کہ احباب اور خود مجھے حصہ دوم کی اشاعت کا انتظار ہے۔ اللہ کرے وہ بھی اسی سال کے آخر تک شائع ہو جائے۔ (آمین)

ابو مغیرہ عبدالرحیم نیاز

(رحیم یار خاں)

برادرِ مکرم۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ!

نقیب ختمِ نبوت کی خاص اشاعت بیادِ امیر شریعت کے اکثر و بیشتر حصے مطالعہ کر چکا ہوں۔ حضرت امیرِ شریعت کے متعلق پہلی مرتبہ مستند مضامین منظرِ عام پر آئے ہیں۔ رفقاء احرار صحیح واقعات اور تاریخی حقائق سے آگاہ ہوئے ہیں۔ بعض مضامین تو اس اشاعت کی روحِ رواں ہیں۔ آپ نے نہایت اہم اور تاریخی مواد جمع کر دیا ہے۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاءِ خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

والسلام

حسین احمد قریشی

بھوئی گاڑ ضلع اٹک

محترم۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ!

نقیبِ ختمِ نبوت کا "امیرِ شریعت نمبر" ہر لحاظ سے نمبر ایک ہے۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے انتہائی عزیز اور مخلص دوست مولانا قاری محمد ادریس صاحب (پرنسپل فاضل عربی کالج) کا تبصرہ یہ ہے کہ: "اس ضخیم نمبر کی اشاعت کے لئے سید محمد کفیل بخاری، سید محمد ذوالکفل بخاری اور ان کے رفقاء نے جس جانفشانی اور لگن سے شب و روز محنت کی وہ قابلِ صد ستائش ہے"۔ یوں تو امیرِ شریعتؒ نمبر کا ایک ایک لفظ سچے موتیوں کی مانند ہے مگر! محترمہ و مکرمہ بنت امیرِ شریعتؒ سیدہ اُم کفیل مدظلہا کی تحریر "تری حیات ہے قندیل رہ دکھاتی ہے" میں پیار و محبت، خلوص و شفقت کا ایک سمندر موجزن ہے۔ پاکباز و عفت مآب بیٹی نے اپنے انتہائی شفیق و عظیم باپ کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ میں اس تحریر کو بمشکل چار قسطوں میں پڑھ سکا۔ ایک دو پیرے پڑھتا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ہچکی بندھ جاتی۔ مزید پڑھنے کی ہمت نہ رہتی۔ یہ سب خاندانِ امیر شریعتؒ کے خلوص اور للہیت کا نتیجہ ہے۔ خدا کرے ہم سب زندگی کے آخری سانسوں تک حضرت امیرِ شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے راستے پر چلتے رہیں اور قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو بہتر طور پر دین کی اشاعت و سر بلندی کا کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین) ابوسفیان تائب حاصل پور منڈی

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ

طلباء عزیز

ہمارا اور آپ کا مستقبل یہ ہے کہ ہم اپنے والدین کی حسین امنگوں کا دلاویز شاہکار ثابت ہوں۔ ان کے خوابوں کی خوبصورت تعبیر جنیں اور انکی نیک خواہشوں کی تکمیل کریں۔ زیور علم سے آراستہ ہوں امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کریں سامراجی تہذیب و تمدن سے جسم و روح کو بچائیں، سرمایہ پرستوں اور سوشلسٹوں کے ظلم و جبر اور کفر کے پھندوں سے بچیں۔ دنیا و آخرت کی فلاح ملک و ملت کے تحفظ اور بقاء اللہ و رسول کی خوبصورت بنیادوں پر دینی انقلاب کی جدوجہد کریں۔

ہمارا مقصد مکمل اسلامی نظام تعلیم کا نفاذ ہے۔ ہمارا نصابِ تعلیم قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر سے آراستہ کیا جائے۔ ہماری منزل حکومت الٰہیہ کا قیام، ہماری جدوجہد دینی شعور کی بیداری

ہم چاہتے ہیں کہ (۱) مخلوط نظام تعلیم ختم کیا جائے۔ (۲) عورتوں کیلئے الگ کالج اور یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔ (۳) لارڈ میکالے کے بنائے ہوئے نظام تعلیم کو ختم کیا جائے۔

ہماری تنظیم: توحید و ختم نبوت اور اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں طلباء کے اجماعی عقائد اور قومی حقوق کے تحفظ کی علمبردار ہے۔

ہمارا راستہ: اللہ کا راستہ ہے، حکومت الٰہیہ کی مقدس منزل کا راستہ ہے۔

ہمارے محاذ: دشمنِ خدا، و دشمنِ رسول و دشمنِ ازواج و اصحابِ رسول ﷺ ان کے علاوہ کسی بھی فروعی اختلاف رکھنے والے کسی فرقہ سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔

آئیے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ آج بیکار نہیں بیٹھیں گے اور ۴۷ء، ۴۹ء، ۶۵ء اور ۷۱ء کے شہداء کے پاکستان کو قول و قلم اور فکر و عمل کی سچی اور سچی قوتوں سے غلامان محمد ﷺ کا پاکستان بنائیں گے۔ اللہ کی حاکمیت کا بول بالا کریں گے اور حکومت الٰہیہ قائم کریں گے

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت
قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت

تحریک طلباء اسلام پاکستان

مرکزی دفتر: دار بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان۔

ادارہ

مسافرین آخرت

آہ! غلام محمد صاحب مرحوم

———— مجلس احرارِ اسلام ملتان کے بزرگ کارکن محترم بھائی غلام محمد صاحب ۵ رمضان المبارک ۲۸ فروری کو مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون. محترم غلام محمد صاحب مرحوم۔ دین کا درد رکھنے والے انتہائی مخلص، ایثار پیشہ، جفاکش اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم کی ترقی اور مسجد کی تعمیر میں انہوں نے ایک ذمہ دار کارکن کی حیثیت سے حصّہ لیا۔ مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ ہوئے تو پھر مرتے دم تک اسی سے وابستہ رہے حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے جماعت کے کام والہانہ انداز میں عملی دلچسپی لی اور ہر وقت اسی دُھن اور فکر میں مگن رہتے، ان کی اچانک وفات سے ہم ایک بے لوث صالح اور دیانت دار ساتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی خواہش کے مطابق ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دُعاؤں کے ساتھ اپنے محبوب ساتھی کو سپردِ خاک کیا۔

- چیچہ وطنی میں مجلس احرارِ اسلام کے انتہائی مخلص مُعاون محترم بھائی رشید صاحب کے جواں سال فرزند گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ بھائی رشید صاحب ——— عبداللطیف خالد چیمہ صاحب اور محترم عباس نجمی صاحب کے قریبی عزیز ہیں۔
- ڈیرہ اسمٰعیل خان کے سابق احرار کارکن محترم سیٹھ محمد اشرف صاحب کے بھائی سیٹھ عبدالواحد صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے!

قارئین سے گزارش ہے کہ رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں خاص طور پر اپنے مرحوم بھائیوں کی مغفرت کے لئے دُعاؤں اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

ادارہ نقیب کے تمام ارکان مرحومین کے لواحقین کے غم میں برابر شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے! (آمین)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت کا تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر

قارئین توجہ فرمائیں !

جنوری ۱۹۹۳ء میں نقیبِ ختمِ نبوت کی عہد ساز اشاعت "امیر شریعت نمبر" شائع ہوا۔ ہم نے زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچانے کے لئے اس کی قیمت انتہائی کم مقرر کی ۶۴۰ صفحات پر مشتمل یہ نمبر غیر مجلد ۱۰۰/- روپے اور مجلد ۱۵۰/- روپے میں فروخت کیا۔! جب کہ مستقل خریداروں کو لاگت سے بھی کم یعنی نصف قیمت پر مہیا کیا۔ اب یہ رعایت ختم کر دی گئی ہے۔ جن خریداروں نے پیشگی رقم ارسال کی وہ اس رعایت سے فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ غیر مجلد کا پیاں ختم ہو چکی ہیں اور مجلد کا پیاں محدود سٹاک میں موجود ہیں۔ جو قارئین اب یہ نمبر خریدنا چاہیں وہ مبلغ ۱۵۰/- روپے منی آرڈر فرما دیں تو انہیں فوراً ارسال کر دیا جائے گا۔!

(سرکولیشن منیجر)

وزیر اعظم پاکستان متوجہ ہوں

سوادِ اعظم اہلِ سنت کے خلاف غیر جمہوری جسارت؟

در آمدی دین کی غیر اسلامی رسوم عزاداری کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے اختراعی ملک ایران میں بھی اپنے محدود عبادت خانوں کے اندر اداء کی جاتی ہیں۔ آنجہانی خمینی کا ایک تہلکہ خیز بیان اخبارات و رسائل میں شائع ہوا تھا کہ عزاداروں کو اپنے اپنے مقام پر امام باڑوں کے اندر ہی رہ کر اپنی مروجہ رسوم ادا کرنی چاہئیں۔ مگر افسوس ہے کہ پاکستانی عزادار مسلمانوں کے محلے گلیوں اور مساجد کے سامنے دلازاری اور اشتعال انگیزی پر مُصر ہیں۔ کیا "جمہوری" حکمران سوادِ اعظم اہلِ سنت کے مذہبی جذبات کے خلاف ایک گمراہ اقلیتی ٹولہ کو زبردستی مسلط کرنے کی ناپاک پالیسی پر نظرِ ثانی نہ کریں گے؟ آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اقلیتوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے تجاوز اور اشتعال انگیزی سے روکا جائے اور ملک میں امن و امان کی فضا کو بحال رکھا جائے۔

(خاموش مبلغ۔ ملتان)

❖

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

ایک دھماکہ خیز کتاب

مصنف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

جس میں واقعہ کربلاء سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے

تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ۶۰ روپے

○ بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

○ راوی پبلشرز۔ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابر احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ ——— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۲۸۱۲۷

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان ———

★ بُستانِ حمیرا (مدرسۃ البنات) ——— دارِ بنی ہاشم۔ مہربان کالونی ملتان ———

★ سادات اکیڈمی ——— دارِ بنی ہاشم۔ مہربان کالونی ملتان ———

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———

★ دارالعلوم ختمِ نبوّت ——— چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳ - ۲۱۱۲ ———

★ احرار ختمِ نبوّت سینٹر ——— چیچہ وطنی ———

★ مدرسہ ابو بکر صدّیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———

★ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ——— گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳۱ ———

★ مدرسۃ البنات ——— گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— نواں چوک گڑھا موڑ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— صادق آباد، ضلع رحیم یار خان ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے لئے زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا، ہم کریں گے اور اجر اللہ پاک دیں گے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سیّد عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان

ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ ...

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

أَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

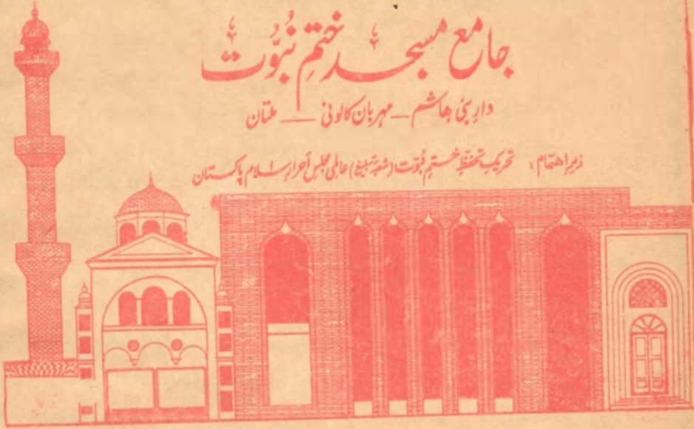

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر، ٹونٹیوں کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام جاری ہے۔

اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ / چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔